امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 جمادی الاولی 1436ھ بمطابق مارچ 2015ء شمارہ 1

میڈیا پر مذاکرات کا نقارہ اور پس پردہ مقاصد

جارحیت پسندوں کے انخلاء کے بعد

- ہندوستان اور امریکا ! مشترکہ دوستی ودشمنی کا قدر مشترک کیا ہے ؟
- چارلی ایبڈو پر حملہ اور مغرب کے مکروہ عزائم
- افغانستان میں امریکی شکست یقینی ہے
- خیبرآپریشن کی سرمائی لہر
- چین کی ثالثی

امریکا جنگ کا اختتام نہیں افغانستان سے باہر اسے مزید وسیع کرنا چاہتا ہے۔
عسکری ذرائع سے زیادہ امریکا میڈیا اور دیگر وسائل پر انحصار بڑھا رہا ہے۔

عربی مجلے الصمود کے مدیر اعلیٰ جناب احمد مختار سے گفتگو

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

عن ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ یقول الرب تبارک وتعالیٰ من شغلہ القرآنُ عن ذِکری ومسئلتی اعطیتُہ افضلَ ما أُعطی السائلین وفضلُ کلامِ اللہ تعالیٰ علی سائرالکلام کفضلِ اللہ تعالیٰ علیٰ خلقہ ۔(رواہ الترمذی والدارمی والبیہقی فی شعب الایمان)

ترجمہ:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کو قرآن کریم نے مشغول رکھا میرے ذِکر سے اور مجھ سے مانگنے اور دعا کرنے سے ،میں اس کو اس سے افضل عطا کروں گا جو مانگنے والوں اور دعا کرنے والوں کو عطا کرتا ہوں ،اور دوسرے کلاموں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کے کلام کو ایسی ہی عظمت وفضیلت حاصل ہے جیسے اپنی مخلوق کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کو۔(جامع ترمذی، سنن دارمی ، شعب الایمان للبیہقی)

فرمان امیرالمومنین ملا محمد عُمر مجاھد حفظہ اللہ

میں اللہ تعالیٰ سے ان تمام ذمہ داران اور کارکنوں کے لیے اجر عظیم کا طلب گار ہوں اور ان ساتھیوں سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ اپنی کارکردگی میں مزید ترقی ، اثرانگیزی اور چستی وہمت سے کام لیں گے۔

امارت اسلامیہ کے سیاسی دفتر کی کوششوں سے {جو ہماری ہدایات کے مطابق اقدامات کرتا ہے} عالمی اور داخلی سطح پر امارت اسلامیہ کو سیاسی وجاہت اور مقام مل گیا ہے۔بہت سے ایسے طبقات جو اس سے قبل ہمارے مخالف تھے اب امارت اسلامیہ کو ایک حقیقت کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہیں۔اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کے سیاسی نمائندوں کی کوششوں سے امریکا کے ساتھ قیدیوں کا تبادلہ ایک اچھی پیش رفت ہے۔

جارحیت پسندوں کے ہاتھوں منتخب انتظامیہ ہر طرف سے ناکامی کا شکار ہے۔یہاں تک ان کے خارجی آقاؤں اور داخلی حامیوں کا اعتماد ان سے اٹھ رہا ہے۔مالی کرپشن ، زمینوں پر ناجائز قبضے ، عوامی املاک کے لوٹ مار میں یہ انتظامیہ پہلے نمبر پر ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 4 جمادی الاولی 1436ھ مطابق مارچ 2015ء شمارہ 1

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ماہنامہ شریعت امارت اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے، جو امارت اسلامیہ کے میڈیا ونگ اور ثقافتی کمیشن کی زیر نگرانی شائع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری کشمکش، حالات وواقعات اور مظلوم مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے بھیانک مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

نمبرشمار	عنوان	صفحہ
1	میڈیا پر مذاکرات کا نقارہ اور پس پردہ مقاصد	2
2	مذاکرات کے حوالے سے افواہوں کی گردش کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ	3
3	جارحیت پسندوں کے انخلاء کے بعد	4
4	چین کی ثالثی	6
5	مولوی عبدالحکیم مرحوم ایک عہد ساز شخصیت	8
6	چارلی ایبڈو پر حملہ اور مغرب کے مکروہ عزائم	11
7	مزدور افغان فوجی راہ فرار اختیار کر رہے ہیں	16
8	عربی مجلے الصمود کے مدیر اعلیٰ احمد مختار سے گفتگو	17
9	امریکی قبضہ کو طول دینے کی وجوہات	21
10	گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت، مغرب کی انتہاپسندی	23
11	تربیت کار کہاں ہیں؟	24
12	مغرب کی تہذیبی یلغار	28
13	تیرہ سالہ دہشت گردی: مقاصد کیا ہیں؟	30
14	افغانستان میں امریکی شکست یقینی ہے	33
15	خیبر آپریشن کی سرمائی لہر	35
16	ہندوستان اور امریکا مشترکہ دوستی ودشمنی کا قدر مشترک کیا ہے؟	36
17	جنگی جرائم [جنوری 2015ء]	38
18	افغانستان جنوری 2015 میں	39
19	ربیع الثانی کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول	44

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ

مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ: 30 روپے

سالانہ زر تعاون: 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکہ، آسٹریلیا، افریقہ اور یورپی ممالک.....40 ڈالر

سعودی عرب اور متحدہ عرب امارات.....30 ڈالر

بنگلہ دیش.....28 ڈالر

www.shahamat-urdu.com

shariatmagazine@yahoo.com

www.twitter.com/shariatmagazine

www.facebook.com/shariatmagazine

مدیر اعلیٰ

میڈیا پر مذاکرات کا نقارہ اور پس پردہ مقاصد

عالمی میڈیا پر ایک بار پھر طالبان اور ان کے ساتھ میدان جنگ میں بالفعل لڑنے والے دشمنوں کے درمیان مذاکرات کی باتیں بڑے زور شور سے جاری ہیں۔

دشمن پہلے بھی کئی بار بڑی مکاری اور چالاکی کے ساتھ عالمی میڈیا پر مذاکرات کے طبل بجاتا رہا ہے جس کا اصل مقصد افغانستان میں دشمن کے خلاف جاری اس مقدس جہاد کو نقصان پہنچانا اور ملت کو طالبان سے بدظن کرنا تھا۔ اس بار بھی جب اس نے میڈیا پر مذاکرات کی بات کو کافی حد تک اچھالا تو اس کے ساتھ ہی ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت امارت اسلامی کے اعتماد کو نقصان پہنچانے اور امت و ملت کو مجاہدین سے بدظن کرنے کے لئے بھی بڑے ہاتھ پیر مارے۔

مذاکرات کی آڑ میں اپنے مذموم مقاصد کے حصول کے لئے امریکہ نے دیگر کوششوں کے ساتھ ساتھ بعض ممالک کی ثالثی کی خبروں کو بھی اڑانا شروع کر دیا ہے اور عالمی میڈیا کے ذریعے یہ ڈھکوسلے بھی پھیلانا شروع کر دیئے ہیں کہ خطے میں ایک اور جہادی قوت زور پکڑ رہی ہے جو طالبان، کابل ادارہ اور امریکہ تینوں کے لئے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے اور اسی خطرے نے امریکہ اور طالبان کو ایک دوسرے کے قریب کر دیا ہے۔

الحمدللہ! ہم بحیثیت مسلمان اپنے دین پر عمل ہی کو اپنی تمام تر کامیابیوں کا ضامن سمجھتے ہیں، دین اسلام کی تعلیمات و احکامات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم ایک صلح جو اور صلح پسند قوم ہیں، بلاوجہ کسی بدامنی اور شر و فساد کے خواہاں نہیں ہیں، تمام انسانوں کے لئے فطری قوانین کے تابع عدل و انصاف پر مبنی نظام زندگی چاہتے ہیں، اور جو لوگ اپنے ارادے سے اخلاص کے ساتھ ہماری پرامن زندگی کے لئے اقدامات کرتے ہیں ہم دل سے ان کے ممنون و مشکور ہیں۔

یہ درست ہے کہ ہم اپنی تاریخ کو زندہ کرتے ہوئے اپنے دشمن کے خلاف ڈٹ کر لڑتے ہیں، اس کا مقابلہ کرتے ہیں اور اس جنگ کو مقدس جنگ اور عبادت تصور کرتے ہیں۔ لڑائی ہماری کوئی طبعی خواہش یا کوئی محبوب مشغلہ نہیں ہے بلکہ ہمارے ملک پر ایک بڑی جارحیت ہوئی ہے، یہ جنگ ہم پر مسلط کی گئی ہے، اس جنگ سمیت ہم نے اپنے اوپر مسلط کئے گئے ہر جنگ میں بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں اور تب تک لڑتے رہے ہیں جب تک دشمن کو ایک شرمناک اور تاریخی شکست سے دوچار نہیں کیا ہے۔ لہٰذا افغانوں کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں کو مطمئن رہنا چاہئے کہ امارت اسلامیہ کبھی بھی اپنے شکست خوردہ دشمن کے ساتھ ایسے کسی بھی قسم کے مذاکرات نہیں کرے گا جس میں اپنے اہداف اور مقاصد سے سرمو بھی انحراف کیا گیا ہو۔ اُس وقت جب ہم وسائل کے اعتبار سے کمزور تھے اور ہمارا دشمن ہر طرح کے جدید جنگی وسائل سے لیس اور قوی تھا اور کوئی اس کی شکست کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا تب بھی ہم اپنے پاک اہداف سے پیچھے نہیں ہٹے تھے تو آج جب کہ دشمن بری طرح شکست کھا چکا ہے اور دم دبا کر بھاگ رہا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے اہداف سے پیچھے ہٹیں؟

دنیا کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہمارا جاری جہاد کوئی جذباتی اور وقتی عمل نہیں بلکہ ایک مقدس شعوری مشن ہے جس کے اہداف حصول اقتدار اور طلب مال سے ہٹ کر انتہائی اعلیٰ اور بلند ہیں اور جب تک ہمارے یہ پاک اہداف حاصل نہیں ہوتے تب تک یہ مقدس جہاد جاری و ساری رہے گا، ہم اپنے اہداف پر کسی کے ساتھ کسی بھی قسم کی کمپرومائز کے لئے تیار نہیں۔ دشمن چاہے ہمیں کوئی بھی نام دے اس سے ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ مقدس مشن امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کی قیادت میں پوری کامیابی کے ساتھ جاری ہے، تمام مسلمان اس قیادت سے خوش اور مطمئن ہیں، یہاں نہ کسی اور جہادی تحریک کا آغاز ہوا ہے، نہ ہی اس قسم کا کوئی امکان اور ضرورت محسوس کی جارہی ہے اور نہ ہم کسی کو یہ اجازت دیتے ہیں کہ وہ مجاہدین کی صفوں میں توڑ پیدا کرے۔

گزشتہ مذاکرات کے بارے میں بھی دشمن نے انتہائی منفی پروپیگنڈہ کیا لیکن دنیا نے دیکھا کہ ان مذاکرات کے نتیجے میں ہم ایک امریکی فوجی اہلکار کے بدلے اپنے پانچ بڑے قائدین کی رہائی میں کامیاب ہوگئے، یہ امریکہ کی ایسی شکست تھی جس کی مثال امریکہ کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم بخوبی جانتے ہیں کہ ہمیں کس کے ساتھ، کب، کیسے اور کن اہداف و مقاصد کو مدنظر رکھتے ہوئے مذاکرات کرنے ہیں۔ تو اب یا آئندہ اگر مذاکرات ہوں گے تو پہلے کی طرح ہم اپنے ہی اہداف و مقاصد کو مدنظر رکھ کر مذاکرات کریں گے۔ یہ مذاکرات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہوں گے اور نہ ہی کسی اور کی زبان سے ان کا اعلان ہوگا بلکہ خود امارت اسلامیہ کے ترجمان ہی ان مذاکرات کا اعلان کریں گے۔ یہ آج کل جو میڈیا پر کہا جارہا ہے کہ امارت اسلامیہ نے کابل ادارے کے ساتھ مذاکرات شروع کئے ہیں یا مذاکرات کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے تو اس کی کوئی حقیقت نہیں، یہ میڈیا انکل گوئیاں یا قصداً غداری ہے جو اس قسم کی بے بنیاد خبروں کو پھیلا رہا ہے۔

لا إله إلا الله محمد رسول الله

مذاکرات کے حوالے سے افواہوں کی گردش کے متعلق

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

کئی دنوں سے مختلف ذرائع ابلاغ پر وقفے وقفے سے مذاکرات کے حوالے سے گرم خبریں گردش کررہی ہیں۔ یہاں تک کہ مذاکرات کے حوالے سے امارت اسلامیہ کے نمائندوں کے دوروں کی بھی بے بنیاد خبریں نشر کی گئیں۔ ہم اس طرح کے تمام افواہوں کی تردید کرتے ہیں۔ مذاکرات کے حوالے سے ابھی کوئی پیش رفت سامنے نہیں آئی۔ اور نہ یہ معاملات پردے کے پیچھے خفیہ طورپر انجام دیے جاسکتے ہیں۔ اس حوالے اگر کوئی اقدام کیا جاتا بھی تو امارت اسلامیہ اس کے حوالے سے اپنے آفیشل ذرائع سے عوام کو اطلاع دیتی۔ امارت اسلامیہ آبرومندانہ مصالحت اور مذاکرات پر یقین رکھتی ہے اور اس کے لیے کوشش بھی کرتی ہے جو کہ افغان عوام کی گھری آرزو اور خواہش رہی ہے مگر ملک عزیز افغانستان میں بیرونی قوتوں کی موجودگی اور ان کے اسلام مخالف اقدامات جنگ کے بنیادی عوام اور اسباب ہیں۔ چونکہ بیرونی جارحیت پسندوں کی موجودگی میں جہاد فرض عین ہے اس لیے اب تک امارت اسلامیہ اسلحے کے استعمال کو ایک شرعی امر سمجھتی ہے۔ چونکہ مذاکرات کے حوالے سے غلط افواہیں پھیلائی جاتی ہیں اور اس کے پیچھے کچھ پر اسرار اور جاسوس حلقوں کے مقاصد ہوتے ہیں اس لیے کسی کو بھی اس پر یقین نہیں کرنا چاہیے۔ اس طرح کی بے بنیادی افواہیں گذشتہ 13 سالوں میں بہت مرتبہ پھیلائی گئیں۔ مگر الحمد للہ مجاہدین کو اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ اور نہ اس سے کوئی بے اعتمادی کی فضا پیدا ہوئی ہے۔ اس بار بھی جھوٹ کی یہ لہر یوں ہی گذر جائے گی اور وقت ساری حقیقت واضح کردے گا۔ اس لیے امارت اسلامیہ افغانستان اپنے قوم کو مطلع کرتی ہے کہ دشمن کی سازشوں کے مقابلے میں ہمیشہ بیدار رہیں اور محض پروپیگنڈوں میں نہ آئیں۔

امارت اسلامیہ افغانستان

۱۴۳۶/۵/۱۲ھ

3/3/2015ء

شاہد غزنیوال

جارحیت پسندوں کے انخلاء کے بعد

اب جب کہ اللہ جل جلالہ کی نصرت اور اپنے مقدس 13 سالہ جہاد کی قربانیوں کی برکت سے ہمارے ملک سے بیرونی جارحیت پسندوں کی پسپائی کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے اور ملک کے اکثر حصے ان کے آلودہ وجود سے پاک ہو گئے ہیں۔ مجاہدین کو چاہیے دشمن کے خالی کردہ علاقوں میں سکیورٹی مضبوط کردیں۔ اور وہاں اپنی قوت کے مطابق انتظامی شعبہ جات اور تشکیلات کا سلسلہ فعال کردیں۔ اور اسی طرح خالی ہونے والے علاقوں کی تعمیر نو کے لیے کام کریں۔ کیوں کہ ملک کی موجودہ حالت اس وقت سے بہت مختلف ہے جب یہاں بیرونی جارحیت پسند موجود تھے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ مجاہدین اپنے آئندہ کے پروگرام روزانہ کے حالات اور عوام اور معاشرے کے مطالبات کے مطابق ترتیب دیں۔ جہادی کارروائیوں میں یہ تبدیلی اور تغیر اس لیے ضروری ہے کہ عوام کو یہ اعتماد حاصل ہو جائے کہ مجاہدین صرف میدان جنگ کے شہسوار نہیں بلکہ امن کی حالت میں سکیورٹی صورت حال کی مضبوطی اور مختلف شعبوں میں تعمیر نو کی صلاحیت بھی رکھتے ہیں۔

مجاہدین کو چاہیے اپنے آئندہ کے پروگراموں میں درجہ ذیل اقدامات پر خصوصی توجہ دیں:

جو علاقے خالی کردیے گئے ہیں ان علاقوں میں جہادی کارروائیوں کے ساتھ ساتھ معاشرتی اور سماجی اقدامات اور تعمیر نو پر خصوصی توجہ دیں تاکہ عوام کو یہ اعتماد ہو جائے کہ خارجیوں کے انخلاء کے بعد ہمارا ملک مزید جنگ کی بجائے تدریجی طور پر امن اور ترقی کی جانب گامزن ہے۔

مجاہدین کو چاہیے کہ اس طرح کے جدت پسندانہ اقدامات میں پیش رفت کرتے ہوئے علاقائی رہنماوں، علماء اور قومی رہنماوں کو شریک رکھیں۔ اور زیادہ ذمہ داریاں انہیں کے ذمہ ڈالیں۔

چونکہ جارحیت کے آغاز کے دوران جو ہنگامی عسکری صورتحال قائم ہوگئی تھی وہ اب بالکل بدل چکی ہے۔ بیرونی قوتوں کی جانب سے مزاحمت اور جہادی و انتظامی حکام کی گرفتاری، بمباریوں اور انہیں کچل ڈالنے کا خطرہ کم ہو گیا ہے۔ اس لیے ہر علاقے کے انتظام اور کنٹرول میں وہاں کے علاقائی رہنماوں کو شریک ہونا چاہیے۔ وہ مشکلات جو امن کی خرابی کا باعث بنتے ہیں انہیں علاقائی رہنماوں کے اثر ورسوخ اور ان کی قومی وجاہت کے ذریعے ختم کیا جانا چاہیے۔

ماضی کی طرح اب بھی اگر مجاہدین چاہتے ہیں کہ اربکیوں کو طاقت کے بل بوتے پر ختم کریں تو یہ درحقیقت ان کی بہت بڑی غلطی ہوگی اور یہ بدست خود دشمن کی سازش اور منصوبے کو کامیابی سے ہمکنار کرنا ہے۔

اسی طرح اربکیوں کے علاوہ آج کل جو امریکیوں کے ورغلانے پر "موت کی ٹیمیں" یا دیگر غیر ذمہ دار قسم کے مسلح گروپ اٹھ رہے ہیں۔ مجاہدین کو چاہیے کہ یہ سارے سازشی گروپ ایک منظم پلان کے تحت علاقائی بااثر افراد علماء اور علاقائی معاہدوں کے ذریعے ختم کریں۔ نہ کہ ان سے عسکری سلوک کریں جس سے خانہ جنگی کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو جائے اور طویل سے طویل تر ہوتا جائے۔

ہلمند اور فراہ کے جیسے دیگر ایسے علاقے جہاں وسیع صحرا ہیں مجاہدین وہاں

بارودی سرنگ بچھاتے رہے ہیں کیوں کہ وہاں خارجی جارحیت پسندوں کی گشتیں ہوتی تھیں۔ اب ایسے علاقوں میں بارودی سرنگوں کی تنصیب کا سلسلہ ختم کرکے وہاں لڑائی کا کوئی اور طریقہ وضع کیا جائے کیوں کہ داخلی دشمن کے پاس نہ اتنے وسائل ہیں اور نہ ان کے پاس اتنی قوت ہے جس سے وہ بیرونی فوجیوں کی طرح ان وسیع علاقوں میں روزانہ کی بنیاد پر گشتیں کریں۔

اسی طرح پہلے ہر صوبے میں جن جن بڑی شاہراہوں پر بیرونی فوجیوں کی کانوائے یا رسد فراہمی کی گاڑیوں کا گذر ہوتا تھا وہاں مجاہدین سرنگوں کی تنصیب کرتے۔ اب جب خارجی قوتیں وہاں موجود نہیں ہیں حتی الامکان بڑی شاہراہوں پر بارودی سرنگ نصب نہ کریں۔ کیوں کہ داخلی فوجیوں کی قوت اتنی زیادہ نہیں کہ ان کا مقابلہ گوریلا حملوں سے نہ کیا جاسکے۔

ان فوجیوں سے مقابلہ یا ان پر حملے کی ضرورت اگر پڑے تو اس کے لیے ہلکے اسلحے کا استعمال بھی کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ اس کے کہ انہیں ختم کرنے کے لیے اب بھی بارودی سرنگ کا استعمال کیا جائے۔

اسی طرح مجاہدین کو فدائی حملوں کی تیکنیک میں بڑی تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ وہ یہ کہ یہ حملے صرف ان مراکز پر کیے جائیں جہاں بیرونی فوجی انسٹرکٹرز اور مشاورین کی صورت میں موجود ہوں۔

اس سے ایک جانب تو بیرونی فوجیوں کو یہ احساس ہوگا کہ وہ ان محفوظ ٹھکانوں میں بھی محفوظ نہیں ہیں دوسری جانب ان کارروائیوں میں ممکنہ طور پر بھی عام لوگوں کو پہنچنے والے نقصانات کا ازالہ ہوجائے گا۔ داخلی دشمن کے کٹھ پتلی جتنے بھی زیادہ ہوں وہ اس قابل نہیں کہ فدائی نوجوانوں کی قیمتی جانوں کے بدلے انکا خاتمہ کیا جائے۔

اسی طرح مجاہدین مجموعی طور پر کٹھ پتلی انتظامیہ کے حکام کے ساتھ فوجی کارروائیوں کی کیفیت میں مثبت تبدیلیاں لائیں۔ حتی الامکان کوشش کریں کہ انہیں مارنے اور قتل کرنے کی بجائے ان کو ہتھیار ڈالنے اور صلح کرنے پر راضی کرنے کی کوشش کی جائے۔

افغانستان سے سوویت یونین افواج کے انخلاء کے وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم نے اپنے پیچھے ایسی قوت چھوڑی ہے جو برسوں افغانوں سے لڑے گی۔ روسیوں کی یہ قوت ان کے نصب کردہ بارودی سرنگ تھے جو افغانستان کے رہائشی اور زراعتی علاقوں میں نصب کیے گئے تھے۔

اب جب امریکا اور دیگر بیرونی قوتیں افغانستان سے نکل رہی ہیں روسیوں کی طرح یہ لوگ بھی ایسے بارودی سرنگ نصب کرکے جارہے ہیں جو بہت عرصے تک افغانوں کے لیے دردِ سر رہیں گے۔ یہ بارودی سرنگ ان کے پیدا کردہ اربکی (مسلح لشکر) اور داخلی فوج ہیں جو امریکیوں کے نائب بن کر ان کے مقاصد کے لیے افغانستان میں لڑتے رہیں گے۔

یہ امریکیوں اور دیگر بیرونی قوتوں کا وہ خطرناک حربہ ہے جس کی ناکامی کا واحد طریقہ یہاں جنگ کا خاتمہ ہے۔ اور یہاں جنگ کا خاتمہ اس صورت میں ممکن ہے جب مجاہدین اپنے جہادی اقدامات میں تعمیرِ نو، تعلیم و تربیت اور عوام کے انتظامی معاملات میں شرکت اور تعاون کریں۔

خالی ہونے والے علاقوں میں انتظامی امور کے لیے اپنے وسائل کے مطابق منظم انداز میں انتظامی، تعمیراتی، تعلیمی و تربیتی پروگرام تشکیل دیں۔ حکومتی فوجیوں اور اربکیوں کے خاتمے کی بجائے انہیں ہتھیار ڈالنے پر راضی کیا جائے۔ گذشتہ تجربات اور تاریخی واقعات نے ثابت کردیا ہے کہ افغانوں میں خارجی قوتوں کی جارحیت کے خلاف بہت زیادہ شدید جذبات پائے جاتے ہیں۔ مگر بیرونی قوتوں کے جانے کے بعد افغانوں کے اسلحے کا رخ اپنے ہم وطنوں کی جانب ہوجاتا ہے تو دفاع کی یہ مقدس جنگ خانہ جنگی بن جاتی ہے۔ اور وہ سب کچھ قابل فخر اعزازات جو افغانوں نے اس تاریخی جنگ میں حاصل کیے تھے وہ اس خانہ جنگی کی نذر ہوکر ختم ہوجاتے ہیں۔ سوویت یونین کے انخلاء کے بعد افغانستان میں تنظیمی لڑائیوں کی تلخ یادیں اس کی بہترین مثال ہیں۔

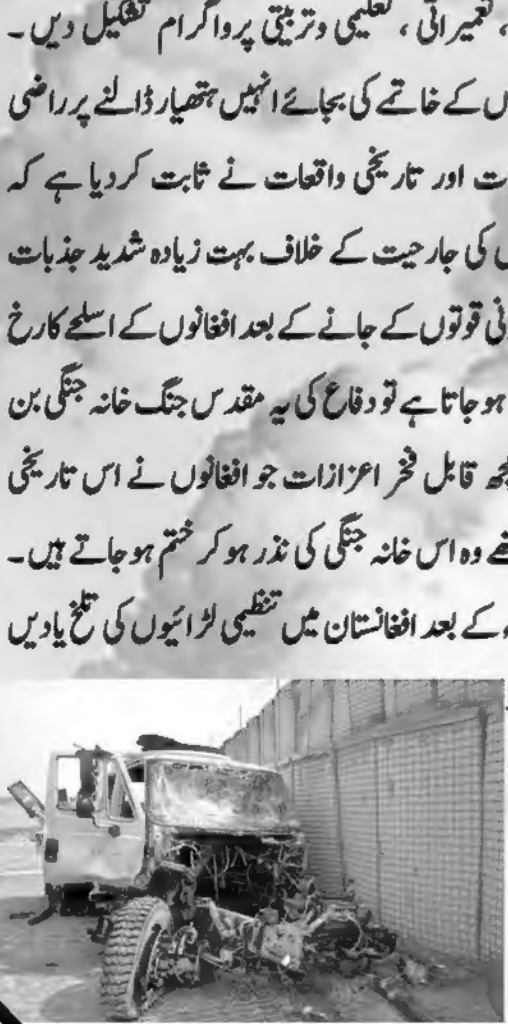

عبید تنویر

چین کی ثالثی

افغانستان کے حوالے سے چین کی حالیہ دلچسپی اور چین کی یہ خواہش کہ وہ کابل اور طالبان کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کرے۔ یہ موضوع ذرائع ابلاغ اور سیاسی حلقوں کے درمیان موضوع بحث بن گیا ہے۔

چین نے گذشتہ سال نومبر میں اشرف غنی کے دورہ چین کے بعد اعلان کیا کہ قطر سے طالبان کے ایک وفد نے بھی چین کا دورہ کیا ہے اور افغانستان کے حوالے سے امن اور مذاکرات کے متعلق گفتگو کی ہے۔

طالبان نے بھی کچھ عرصہ بعد ایک اعلامیہ میں یہ بات تسلیم کی کہ ان کا ایک وفد چین گیا تھا۔ مگر اس دورے میں کابل انتظامیہ اور طالبان کے درمیان مذاکرات کی راہ ہموار ہوگئی اور چین کی ثالثی تک بات پہنچی، اعلامیہ میں اس بات سے اتفاق نہیں کیا گیا۔ اور نہ ہی موجودہ حالات میں اس کے کچھ امکانات ظاہر ہوتے ہیں۔

طالبان کیوں چین کی ثالثی پر بے اعتمادی کا شکار ہیں اور اس کو اب تک مثبت پیش رفت قرار نہیں دیتے اس پر بعد میں بحث کریں گے۔ سب سے اہم سوال یہ ہے کہ وہ کون سے عوامل اور وجوہات ہیں جس کے باعث چین نے افغانستان کے مسئلے میں دلچسپی ظاہر کرنی شروع کردی ہے اور موجودہ حساس ترین مرحلے پر اس قدر اہم کردار ادا کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ جس کی اس سے قبل توقع نہ تھی ۔کیوں کہ افغانستان کے حوالے سے چین کی سیاست ہمیشہ واضح، غیر مبہم اور بے لوث رہی ہے۔

بہر صورت چین افغانستان کا ایسا پڑوسی ملک ہے جس کی 76 کلومیٹر سے کچھ زائد سرحد افغانستان سے ملتی ہے۔ ایسی سرحد جو ساری کی ساری برف پوش پہاڑوں پر مشتمل ہے۔ افغانستان اور چین کے درمیان تاریخ میں ہمیشہ اچھے تعلقات رہے ہیں۔ یہاں تک کہ افغانستان پر سرخ لشکروں نے جارحیت کردی تو چین افغانوں کی فریق میں کھڑا ہو گیا اور افغان مجاہدین کی مدد کی۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ چین امریکی جارحیت کے ساتھ بھی پوری طرح متفق نہیں تھا۔ امریکیوں نے بہت کوشش کی چین کو عسکری حوالے سے اپنے ساتھ شریک کردے اور افغانستان کی جنگ میں چینی فوجی بھی حصہ لیں مگر چین نے افغانستان میں اپنی بے لوث سیاست پر ہی اصرار کیا اور کسی بھی قسم کی عسکری شرکت کی تردید کی۔

اس کے ساتھ ساتھ افغانستان میں امریکا کے طویل قیام اور خصوصا فوجی اڈوں کی تعمیر پر دیگر پڑوسی ممالک کی طرح چین نے بھی تنقید کی اور اسے خطے کے لیے بے فائدہ بلکہ نقصان دہ قرار دیا۔

مگر چین نے ایسا بھی نہیں کیا کہ گذشتہ 14 سالوں میں صرف تماشہ ہی کیا ہو۔ اور افغانستان میں کوئی کردار ادا نہ کیا ہو۔ امریکا، مغرب اور ناٹو نے جنگ کو مسلسل طول دیا۔ اور اس راہ میں اپنی فوج کے جانی نقصان کے علاوہ اپنا معاشی ڈھانچہ بھی پگھلا دیا۔ مگر چین نے انتہائی مہارت سے اس میدان میں اپنی تجارت، صنعت اور فنی قوت کا گھوڑا مسلسل دوڑایا اور بقول کسے اپنی قوت ذخیرہ کرتا رہا۔

چین نے افغانستان کے سب سے قیمتی معدنی پروجیکٹ "لوگر مس عینک معدن" کے نکالنے اور افغانستان کے شمال میں آمو کے قریب گیس اور تیل کی تلاش میں کروڑوں ڈالر خرچ کرنے کے معاہدے پر دستخط کیے۔

اس کے علاوہ چین ہر سال افغانستان مختلف شعبوں میں 2 کروڑ ڈالر کی سرمایہ کاری کرتا ہے جو کابل انتظامیہ کے پورے سال کے بجٹ کا نصف بنتا ہے۔ اور اس سلسلے میں مزید ترقی کا سفر جاری ہے۔

اس کے علاوہ چین چاہتا ہے ایشیا اور یورپ کو جانے والے تاریخی راستے شاہراہ ریشم کا پھر سے احیا کرے جس کی تجارت چین کو 21ویں صدی کا ڈھانچہ نظر آتی ہے اور اس شاہراہ میں افغانستان کی اہمیت شہ رگ کی سی ہے۔

یہ اور اس طرح کے اور بہت سے اقتصادی پروجیکٹ ہیں جنہیں چین افغانستان میں یا افغانستان کے راستے سے آگے بڑھانا چاہتا ہے۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے جب افغانستان امن اور استحکام ہو اور ایک کابل میں ایک مستحکم حکومت موجود ہوگی۔

چین جانتا ہے اور اسے افغانستان کے حوالے سے کافی تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ افغانستان کے استحکام اور مضبوطی میں طالبان کی اہمیت کتنی ہے۔ چین کے صرف "لوگر میس عینک" کے پروجیکٹ معاہدے کو دس سال ہو گئے ہیں۔ ملینوں ڈالر کابل کے چوروں اور ڈاکوؤں نے اس بہانے لوٹ لیے کہ وہ اس پروجیکٹ کی حفاظت کریں گے۔ مگر چونکہ اس معدنی مرکز کے ارگرد تمام علاقے طالبان کے قبضے میں ہیں اور ان کے اثر ورسوخ کے حلقے میں آتے ہیں اس لیے اس کا سارا کام وہیں کا وہیں کھڑا ہے۔ اور سیکیورٹی خدشات کے باعث چائنا کمپنی اس میں بنیادی کام کرنے سے قاصر ہے۔

اسی لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اگر چین نے افغانستان میں امن اور استحکام کے لیے عملی کوشش نہیں کی تو چین کے تمام زیر تکمیل منصوبے اور پروجیکٹ ادھورے رہ جائیں گے۔

طالبان کیوں موجودہ حالات میں چین کی ثالثی کو مفید نہیں سمجھتے اور عملی طور پر اسے غیر یقینی قرار دیتے ہیں۔ چین جیسی ایک قوت جو ابھی اقتصادی حوالے سے دنیا کا سپر پاور ہے اس کی ثالثی قبول کرنے پر کیوں تیار نہیں ہیں اس کی مضبوط توجیہات اور دلائل ہونے چاہییں۔

ہمارا جتنا خیال ہے اس کی بنیادی وجہ ہے کہ امریکا اور ناٹو اب طالبان کے مقابلے میں تاریخی شکست سے دوچار ہو چکے ہیں۔ اور اب ممکن نہیں کہ امریکی فوجی طالبان کے خلاف ایک بار پھر میدان جنگ میں اترنے کی کوشش کریں۔ خود امریکا اور ناٹو اسے جو بھی نام دیں مگر عام ذہنیت اور طالبان اسے امریکا کی شکست ہی سمجھتے ہیں۔ موجودہ کابل انتظامیہ جو 100 فیصد کرپٹ اور خیانت سے بھرا پڑا ہے۔ اس کے اعلیٰ حکام میں مشہور کرپٹ اور چور لوگ موجود ہیں ان کے مقابلے میں طالبان خود کو مضبوط اور قوی سمجھتے ہیں، عوامی مقبولیت کے اعتبار سے بھی طالبان کی سطح کابل انتظامیہ سے بڑھ کر ہے۔

طالبان نے کئی بار یہ بات کہی ہے کہ کابل انتظامیہ کے پاس کسی قسم کے اختیارات نہیں ہیں جس کی وجہ سے ان سے مفاہمت آگے بڑھائی جاسکے۔ کابل انتظامیہ ایک بے اختیار انتظامیہ ہے جس کی لگامیں کسی اور کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی لیے انتظامیہ کی تمام بڑی اور چھوٹی تقرریاں امریکا ہی کرتا ہے۔ یہاں کی تمام سیاسی بنیادیں امریکا ہی طے کرتا ہے۔ اگر بالفرض چین طالبان اور کابل کے درمیان ثالثی کا کردار ادا کرتا ہے تو کیا وہ اس بات کی ضمانت دے سکتا ہے کہ امریکی ان کی بات مانیں گے اور ان کے مطالبات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں گے؟

اس طرف سے طالبان کی جانب سے ہمیشہ یہ شرط لگائی گئی ہے کہ کسی بھی بڑے یا چھوٹے امریکی اڈے کا وجود انہیں تسلیم نہیں۔ ہمیں نہیں معلوم چین اس حوالے سے کتنا اعتماد رکھتا ہے۔ اور ذرا کھلے الفاظ عرض کریں تو وہ اس کی ضمانت کس حد تک دے سکتا ہے۔

اگر چین واقعتاً ایسی بااعتماد اور مضبوط حیثیت کے ساتھ آگے بڑھتا ہے اور امریکیوں کی جانب سے انہیں اطمینان حاصل ہے اور پھر وہ ثالثی کے میدان میں اترتا ہے تب تو اس کی کوششیں مفید رہیں گی اور ہوسکتا ہے طالبان کی توجہ بھی اپنی جانب کھینچ لیں۔

رہی بات اشرف غنی حکومت کی تو وہ تو افغانوں کے سامنے کرزئی حکومت سے بھی زیادہ کمزور لگتی ہے۔ اس کی چھوٹی سے مثال اس کی کابینہ ہے۔ چار ماہ کے مسلسل بھاؤ تاؤ کے باوجود ان میں اتنی قوت اور اہلیت نہیں کہ اپنی حکومت کو ایک مضبوط کابینہ بنا کر دیں۔ جو شخص اپنی کابینا کی تشکیل میں اس قدر تزلزل کا شکار ہو وہ چین جیسے ملک کو اعتماد کیسے دلائے گا؟

مولوی عبدالحکیم مرحوم

تحریر: عبدالرؤف حکمت

ایک عہد ساز شخصیت

مولوی عبدالحکیم حقانی ان قابل قدر شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے روس کے خلاف جہاد، امارت اسلامی کی تاسیس اور پھر امریکا کے خلاف جہاد میں اہم کردار ادا کیا۔ آپ نے ان تینوں مرحلوں میں اپنی ذمہ داری نہایت بحسن وخوبی انجام دی اور اسلامی نظام کے نفاذ کیلئے اہم کارنامے انجام دیئے۔ اس تحریر میں آپ کی جہادی زندگی کا مختصر تذکرہ کیا گیا ہے، تاکہ ہم ان کے کارناموں ان کی استقامت اور طویل جدوجہد کو سامنے رکھ کر اپنا مستقبل کا لائحہ عمل طے کر سکیں۔

زندگی کے ابتدائی ایام:

مولوی عبدالحکیم حقانی کا تعلق پشتون قبیلے کی ذیلی شاخ ترہ کئی سے تھا۔ آپ 1936ء کو صوبہ ہلمند کے ضلع ہزار جفت میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے گھر اور محلے کی قریبی مسجد سے حاصل کی، اور پندرہ سال کی عمر میں مزید دینی تعلیم کے حصول کیلئے گھر کو خیر باد کہا اور زابل کے ضلع ارغنداب میں مولوی دُر محمد صاحب سے اسباق شروع کئے، اس کے بعد اسی علاقے میں قاضی عبدالحبیب صاحب، کندھار میں مولوی فضل الدین صاحب اور زابل کے ضلع شاجوئی میں مولوی ضیاء الدین صاحب سے حصول علم کا سلسلہ جاری رکھا اور بالآخر 1974ء کو اسی ضلع کے مشہور عالم دین مولوی کمال الدین اخنذادہ صاحب سے دورہ حدیث پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔

علم کے اس طویل سفر میں آپ نے تمام علوم مثلاً صرف، نحو، بلاغت، فقہ، اصول فقہ، تفسیر، علم الحدیث، منطق، تجوید سمیت مختلف مروجہ علوم حاصل کرنے کے بعد زابل میں درس وتدریس کا آغاز کیا، آپ افغانستان میں کمیونسٹ انقلاب تک اسی علاقے میں امامت اور درس وتدریس سے منسلک رہے اور سینکڑوں طلباء کو پڑھاتے رہے۔

کمیونسٹ جارحیت کے بعد:

۱۳۵۷ش کو جب سوویت یونین کی جانب سے افغانستان پر جارحیت کا آغاز ہوا اور اس کے مقابلے کیلئے جہادی تحاریک شروع ہوئیں اس وقت مولوی عبدالحکیم صاحب زابل کے ضلع شاجوئی میں درس وتدریس میں مصروف تھے ۔ لیکن جہادی تحاریک کے آغاز میں ہی مجاہدین کے ساتھ تعلقات استوار کئے اور آہستہ آہستہ تدریس کے میدان سے جہادی میدان میں آگئے۔

آپ دو سال تک اسی علاقے میں رہے اور جب شاجوئی میں مجاہدین کی قوت مضبوط ہوئی اور اکثر علاقے مجاہدین کے قبضے میں آئے تو آپ اپنے دیرینہ ساتھی مولوی عبدالغفار صاحب اور اپنے بھائی مولوی عبدالرزاق صاحب کے ساتھ اپنے آبائی علاقے ہلمند کے ضلع ہزار جفت آئے تاکہ اس علاقے میں جہادی تحریک کا آغاز کر سکے کیونکہ اس علاقے میں اس سے قبل جہاد کی تحریک شروع نہیں ہوئی تھی۔

مولوی عبدالغفار صاحب کہتے ہیں جب ہم مولوی عبدالحکیم صاحب کی رہنمائی میں ہزار جفت پہنچے اس وقت ہلمند کے شمالی اضلاع میں جہادی تحریک کا آغاز ہو گیا تھا، لیکن جنوبی اضلاع جیسے ہزار جفت، نادعلی اور دوسرے علاقوں میں جہادی تحریک شروع نہیں ہوئی تھی، ہم علاقے میں گشت کرتے اور لوگوں کو جہاد کی دعوت دیتے، مولوی عبدالحکیم کچھ عرصہ بعد پاکستان تشریف لے گئے اور مولوی محمد نبی محمدی صاحب سے ملاقات کی، انہوں مولوی عبدالحکیم صاحب کو اسی علاقے کے جہادی کمانڈر کے طور پر منتخب کیا اور کچھ صفحات جس میں جہاد کی دعوت تھی اپنے ساتھ لائے۔ اس وقت ہم نے لوگوں کی مدد سے کچھ رقم کا بندوبست کیا کیونکہ جہاد کیلئے ہمارے پاس کسی قسم کا کوئی اسلحہ موجود نہیں تھا۔ مولوی عبدالحکیم صاحب اس رقم سے تین بندوق اور تین پستول

خرید کرلائے۔ اس کے بعد ہم نے عام لوگوں سے بھی کہا کہ اپنے ساتھ موجود اسلحہ نکال کر لائیں اس طرح 35 افراد پر مشتمل مجاہدین کی پہلی جماعت کمیونسٹ جارح پسندوں کے خلاف میدان میں اترنے کیلئے تیار ہوئی۔

جس طرح مجاہدین عام آبادی والے علاقوں میں اپنا مرکز نہیں بنا سکتے تھے اس لئے ایک پہاڑی علاقے میں اپنا خفیہ مرکز بنالیا اس دوران مجاہدین نے دو گاڑیوں کا بندوبست بھی کرلیا تاکہ دشمن پر حملے کی صورت میں علاقے سے نکلنے اور مرکز تک پہنچنے میں آسانی ہو۔ ۱۳۵۹ش میں موسم گرما کے اواخر تک مولوی صاحب کی کوششوں سے مجاہدین دشمن پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوئے۔

اور اسی سال موسم خزاں کے دوران ایک حکومتی بیس پر حملہ پہلا حملہ کیا گیا۔

اس حکومتی مرکز پر مجاہدین کا حملہ کامیاب رہا اور یہ مرکز مجاہدین نے فتح کیا جس کے بعد ہلمند کے شمالی اضلاع سے بھی مجاہدین ہزار جفت پہنچنا شروع ہوئے جس کے بعد مجاہدین نے مل کر جنوبی اضلاع میں دشمن کے مراکز پر حملے شروع کئے اور ۶ ماہ کے عرصے میں گرمسیر، ناوہ اور نادعلی مکمل طور پر مجاہدین نے فتح کئے اور یہ علاقے مجاہدین کے قبضے میں آگئے۔

لیکن کچھ عرصہ بعد روسی جارحیت پسندوں نے ملکی کاسہ لیسوں کے ہمراہ ان اضلاع پر واپس قبضے کیلئے بڑا آپریشن کیا جس کے نتیجے مین ان اضلاع کے مراکز ایک مرتبہ پھر دشمن کے قبضے میں آگئے۔ لیکن نواحی علاقوں پر مجاہدین کا قبضہ برقرار تھا۔

مولوی عبدالحکیم صاحب اس علاقے کے مجاہدین کے ایک بہادر کمانڈر تھے۔ آپ نے ضلع گرمسیر میں مجاہدین کیلئے ایک بڑا مرکز بنایا تھا اور آپ کی رہنمائی میں لڑنے والے مجاہدین گرمسیر، ناوہ، نادعلی، گرشک اور یہاں تک کہ لشکرگاہ میں بھی دشمن کے خلاف برسرپیکار رہے، اسی طرح اگر ان علاقوں میں روسی فوجیوں اور ان کے ہمنوا کمیونسٹوں کے قافلے داخل ہوتے تو مولوی صاحب دوسرے مجاہدین کے ہمراہ ان پر حملہ کرتے اور یہی سلسلہ روسی جارحیت پسندوں کے شکست تک جاری رہا۔

امارتِ اسلامی میں خدمات:

ملاعبدالمحمد جان جو مولوي عبدالحکیم صاحب کے قریبی ساتھیوں میں سے تھے کہتے ہیں کہ: جب طالبان کی اسلامی تحریک کی تاسیس کا کندھار میں اعلان ہوا تو مولوی عبدالحکیم صاحب نے ہمیں ہزار جفت سے کندھار بھیجا تاکہ ہم مجاہدین کو اپنی حمایت کا پیغام پہنچاسکیں۔ اس وقت طالبان نے کندھار فتح کیا تھا اور اب ہلمند کی جانب ان کی پیش قدمی جاری تھی۔ ہلمند کے ضلع گرشک میں ہماری ملاقات طالبان کی اسلامی تحریک کے امیر ملا محمد عمر مجاہد سے ہوئی، ہم نے انہیں مولوی عبدالحکیم صاحب کا پیغام پہنچایا اس وقت ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ نے ایک وفد ہزار جفت بھیجا اور انہیں ہدایت دی کہ اگر جنگی کمانڈروں کو سرنڈر کرنے کی ضرورت پیش آئی تو مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھیوں کے علاوہ تمام جنگی کمانڈروں کو سرنڈر کیا جائے۔ طالبان کا وہ وفد ہزار جفت پہنچا اور یہ ضلع بغیر کسی مزاحمت کے مکمل طور پر طالبان کے قبضے میں آگیا۔

اس وقت مولوی عبدالحکیم صاحب نے اپنے گروپ کا وہ تمام اسلحہ جو انہوں نے نجیب حکومت کے دوران زمین میں چھپاکر رکھا تھا واپس نکال لیا اور اسے طالبان کے حوالے کیا۔

مولوی عبدالحکیم صاحب اس کے بعد بڑے عرصے تک ضلع ہزار جفت میں معاون گورنر کے طور خدمات انجام دیتے رہے اور جب کابل پر طالبان کے فاتحانہ حملے کا آغاز ہوا اس وقت آپ کو اپنے ساتھیوں سمیت عالیقدر امیر المؤمنین نے لوگر بلایا اور آپ کو اس صوبے کا گورنر بنایا گیا۔

جلال آباد کی فتح کے بعد لوگر کے سابق گورنر مولوی عبدالکبیر صاحب جلال آباد گئے تو لوگر کی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی۔

جب شمالی اتحاد کے ساتھ جھڑپوں میں پروان کے گورنر قاری جلالزئی صاحب شہید ہوئے تو ان کی جگہ مولوی عبدالحکیم صاحب کو پروان کا گورنر منتخب کیا گیا، اس وقت مولوی صاحب کے ساتھی پروان کے علاقے پُل متک میں جنگی پٹی پر خدمات انجام دے رہے تھے، شمال کے ساتھ جھڑپوں میں طالبان پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے تو طالبان کی جنگی پٹی پروان سے نکل کر قرہ باغ تک پہنچی۔ مولوی عبدالحکیم صاحب کچھ عرصہ تک کابل کے ضلع سروبی گورنر بھی رہے اور بعد میں میدان وردگ کے گورنر منتخب ہوئے۔

ایک سال بعد جب طالبان نے بامیان پر کئی اطراف سے حملہ کیا تو مولوی صاحب بھی اس حملے میں موجود تھے اور "بھسود" کی طرف سے طالبان کی رہنمائی کر رہے تھے۔ بامیان کی فتح کے بعد آپ کو امارت اسلامی کی جانب سے

سمنگان کا گورنر منتخب کیا گیا، اس فریضے کے ساتھ آپ درہ صوف میں حزبِ وحدت کے باغیوں کے خلاف ہونے والے آپریشنز میں شریک رہے۔ سمنگان میں ایک سال کی خدمات کے بعد آپ کی بے پناہ صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے امارت کی طرف سے آپ کو روزگان کا گورنر منتخب کیا گیا اور امریکی جارحیت تک آپ اسی منصب پر خدمات کی انجام دہی میں مصروف تھے۔

امریکی جارحیت کے خلاف جہاد:

امریکی جارحیت سے قبل روزگان میں جان محمد خان نامی ایک پرانے کیمونسٹ نے خفیہ کاروائیوں کا آغاز کیا تھا جسے طالبان نے گرفتار کرکے کندھار جیل بھیج دیا۔ جب ملک پر امریکی جارحیت کا آغاز ہوا، اس وقت حامد کرزئی ایک امریکی خفیہ منصوبہ بندی کے نتیجے میں روزگان پہنچے اور یہاں طالبان کے خلاف کارروائیوں کا آغاز کیا۔

ملا حبیب الرحمٰن رحمانی جو مولوی صاحب کے قریبی ساتھیوں میں سے ہیں کہتے ہیں کہ جب مولوی صاحب کو اطلاع ملی کہ روزگان میں حامد کرزئی کی رہنمائی میں ایک مسلح گروپ طالبان کے خلاف مسلح کارروائی کے سلسے میں یہاں پہنچ چکا ہے، تو آپ نے فوراً مجاہدین کی ایک جماعت تشکیل دی اور اسے روزگان کے پہاڑیوں میں بھیج دیا تاکہ کرزئی کے ساتھیوں کے ٹھکانے کا سراغ لگا سکیں۔ مجاہدین کئی دنوں تک پہاڑوں میں گھومتے رہے یہاں تک ایک دن انہوں نے کرزئی کے اہلکاروں کے ٹھکانوں کی نشاندہی کرلی اور بعد میں اس پر حملہ کیا، اس وقت امریکی طیارے کرزئی کی مدد کیلئے اسلحہ پہنچاتے رہے، لیکن کرزئی طالبان کے سامنے نہ ٹھہر سکے اور مختصر وقت میں شکست تسلیم کرتے ہوئے کرزئی میدان جنگ سے فرار ہوئے جس کے بعد امریکی طیارے ان کی مدد کیلئے آئے اور طیاروں کی مدد سے بچ نکلنے میں کامیاب ہوئے۔

ملا حبیب الرحمٰن کہتے ہیں: اس وقت جب امریکی وحشی درندے ہر جگہ پر اندھی بمباری کر رہے تھے ہم سخت امتحان میں تھے۔ اس وقت مولوی صاحب عبدالحکیم آخر تک اس صوبے کے ایک نواحی علاقے میں ٹھہرے رہے، ساتھیوں نے انہیں اس جگہ سے نکل جانے کا مشورہ دیا۔ لیکن آپ کا کہنا تھا جب تک امیر المومنین نکلنے کا حکم نہ دیں اس وقت تک اگر سارے امریکی بم اکیلے مجھ پر ہی کیوں نہ گرادیئے جائیں میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ رحمانی صاحب کہتے ہیں کہ مولوی صاحب اس وقت تک روزگان میں ہی رہے جب تک کندھار سے امارت اسلامی کے رہنماؤں کی طرف سے نکلنے کا پیغام نہ آیا۔

مولوی عبدالحکیم صاحب نے بعد میں مجاہدین کیلئے امریکا کے خلاف جہاد میں ایک عظیم رہنما اور استاد کی حیثیت حاصل کرلی تھی۔ آپ کی رہنمائی میں مجاہدین کی ایک بڑی جماعت جس طرح روس کے خلاف لڑ رہی تھی موجودہ جہاد میں بھی اس کی کارروائیاں عروج پر ہیں۔

سانحہ ارتحال:

مولوی عبدالحکیم صاحب کے بھائی مولوی عبدالرازق صاحب کہتے ہیں کہ آپ کو جہاد کی طرح علم دین سے بھی بہت رغبت تھی اس سلسلے میں ہلمند کے ہزار جفت، ماجنگ اور دیار ہجرت میں پنجپائی کیمپ میں کُل چار مدارس کی بنیاد رکھی۔ آپ جہادی میدان میں بھی علمی میدان سے لاتعلق نہیں ہوئے۔ جہاد کے ساتھ ان کی محبت کا ثبوت یہی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کا زیادہ عرصہ جہاد میں گزارا، نہ صرف خود جہاد میں شریک رہے بلکہ اپنے بھائیوں اور بھتیجوں کو بھی جہادی ذہن کا مالک بنایا۔ آپ کے دو بھتیجے شہید ملا نوراللہ نورانی امارت اسلامی کے دور حکومت میں شمال میں اور ملا عبدالنافع صوبہ غزنی کے ضلع مقر میں امریکا کے خلاف جہاد میں شہید ہوئے۔

ملا عبدالحمد کہتے ہیں: کہ مولوی عبدالحکیم صاحب نہایت متقی اور بیت المال کے ساتھ نہایت ہی احتیاط کرتے تھے۔ مجاہد رہنما ہونے کے باوجود وہ بیت المال کے پیسے خود استعمال نہیں کرتے تھے۔ اس کیلئے انہوں نے ایک شخص کو مالی امور کی نگرانی پر لگا دیا تھا اور اس شخص سے ایک ادنیٰ مجاہد کی حیثیت سے روزمرہ اور ضرورت کے مطابق پیسے لیتے۔

بالآخر علم اور جہاد کا یہ درخشندہ ستارہ طویل جہادی خدمات کے بعد 8 مئی 2014ء کو جہانِ فانی سے جہانِ بقا کی طرف کوچ کرگیا۔

اناللہ وانا الیہ راجعون

شہید زوی

چارلی ایبڈو پر حملہ اور مغرب کے مکروہ عزائم

رواں سال کے جنوری کے مہینے میں فرانس کے دارالحکومت پیرس میں چارلی ہیبڈو نامی رسالے کے مرکزی دفتر پر حملہ ہوا۔ وہ رسالہ جس نے حال ہی میں ایک بار پھر اسلام کے عظیم اور محبوب پیغمبر کی شان میں گستاخی کا ارتکاب کیا تھا۔ یہ حملہ گذشتہ 4 دہائیوں میں فرانس کے تاریخ میں اپنی نوعیت کا منفرد خونی حملہ سمجھا گیا ہے۔ جس میں 2 پولیس سمیت 12 افراد ہلاک ہوگئے۔

اس مجلے کے ہلاک شدہ افراد دراصل ایک اجلاس میں شریک تھے جس کا مقصد یہ طے کرنا تھا کہ مستقبل قریب میں ایک بار پھر کس طرح گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا جائے۔ اس دوران شریف اور سعید کواچی دو بھائی دفتر میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اندر جاتے ہی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ سب سے پہلے انہوں نے سیکورٹی پر مامور دو پولیس اہلکاروں کو نشانہ بنایا اور اس کے بعد ہر ایک کا نام لیا۔ اجلاس میں بیٹھے ایڈیٹر سٹیفن کاربونیرو، کارٹون بنانے والے کارٹونسٹ "کابو، ٹگنوس، وولنسکی اور برنارڈ مارس "سب کو مارنے میں کامیاب ہوگئے۔ سب کو مارنے کے بعد ایک بار پھر اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور کہا ہم نے اپنے پیغمبر کی شان میں گستاخی کا بدلہ لے لیا۔ پھر دفتر سے نکلے اور باہر پہرے پر کھڑے اپنے تیسرے ساتھی کی گاڑی میں بیٹھ کر اس علاقے سے صحیح سلامت نکلنے میں کامیاب ہوگئے۔ یہ کارروائی پانچ منٹ میں ہوئی۔ ان کا تعاقب کرنے والی پولیس کی گاڑی پر انہوں نے فائرنگ کی۔ جس سے گاڑی کا فرنٹ شیشہ ٹوٹ گیا اور اندر موجود پولیس اہلکار زخمی ہوئے۔ جس کے باعث پولیس مزید تعاقب نہ کرسکی۔

سعید اور شریف عربی نژاد ہیں مگر ان کی پیدائش فرانس میں ہوئی ہے۔ یہیں پلے بڑے ہیں اور یہیں تعلیم پائی ہے۔

فرانسیسی حکومت کا کہنا ہے سیکیورٹی اداروں کی مسلسل تلاش کے بعد حملے کے 2 روز بعد سعید اور شریف کا سراغ لگایا گیا بعد ازاں یہ دونوں بھائی سیکورٹی اہلکاروں کے ساتھ مسلح جنگ میں مارے گئے۔

چارلی ہیبڈو نامی مجلہ جس کا مرکزی دفتر پیرس میں ہے۔ یہ مجلہ 1970 سے شائع ہوتا آرہا ہے۔ اپنی اشاعت کے آغاز سے اب تک مجلے نے بہت سی تاریخی شخصیات کی اہانت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور اس اہانت کو وہ نہ صرف آزادی رائے کہتا ہے بلکہ اسے اپنے لیے فخر کا باعث بھی قرار دیتے ہیں۔ انہیں غلط اقدامات کے باعث کئی بار مجلے کو بند بھی کیا گیا ہے اور اس کی اشاعت پر پابندی بھی لگائی گئی ہے۔ مجلے کے قارئین کی تعداد انتہائی کم ہے۔ یورپ میں ایک خاص طبقہ اسے پڑھتا ہے اور اس کی سرکولیشن صرف 60 ہزار ہے۔ اس مجلے نے اس سے قبل 2009، 2011، 2013 میں بھی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی بھرے خاکے شائع کیے تھے۔ اور پوری دنیا کے مسلمانوں کی شدید دل آزاری کی تھی۔ ہر ہر بار ان کے خلاف دنیا کے کونے کونے میں مسلمانوں نے اپنی نفرت کا اظہار کیا اور اس مجلے کے دفتر پر فائرنگ اور بم حملے ہوئے۔ مگر مجلے کی انتظامیہ اپنی شیطانی سرگرمیوں سے باز نہ آئی۔

مذکورہ مجلے کے دفتر پر حالیہ حملے کے بعد مسلمانوں کے خلاف اپنی یکجہتی دکھانے اور مجلے کی شیطانی سرگرمی کی تائید کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر ہونے والے حملے کی مذمت کرنے کے لیے پوری دنیا حرکت میں آگئی۔ بارک اوبامہ سے لے کر جرمن چانسلر انجیلا مارکل اور برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون سے لے کر یورپی یونین کے سربراہ کلیو ڈیونکر تک سب نے اس کی مذمت کی۔ سب چارلی ہیبڈو کے غم میں برابر کے شریک ہوئے ہیں۔ سب

اسے آزادی رائے پر حملہ قرار دے رہے ہیں۔ اسی حوالے سے پیرس کی تاریخ کا سب سے بڑا مظاہرہ دیکھنے میں آیا ہے۔ جس میں مغربی میڈیا کے مطابق 3 ملین سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی۔ (حقیقت میں یہ جتنے بھی تھے مگر ان سے کون پوچھتا ہے کہ تین ملین تھے یا تین لاکھ؟) برطانوی وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون، جرمن چانسلر انجلا مرکل، اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو، فلسطینی صدر محمود عباس، اردن کے شاہ عبداللہ اور دیگر مغربی ممالک سمیت 40 ممالک کے رہنماؤں نے اس واقعے کی مذمت میں حصہ ڈالا۔

یاد رہے کہ ان مظاہروں میں گستاخانہ خاکے بھی لائے گئے تھے۔ اسی لیے احتجاجاً مراکش کے وزیر خارجہ نے اس مظاہرے میں شرکت سے انکار کیا۔

اسلام فرانس کا دوسرا بڑا مذہب ہے۔ یہاں 7 ملین مسلمان رہتے ہیں۔ اکثریت کا تعلق مراکش، تیونس اور دیگر ان ممالک سے ہے جو کبھی فرانس کے نو آبادیات رہے ہیں۔ مگر اس ملک میں نو مسلموں کی تعداد بھی کافی زیادہ ہے۔ اس لیے کہ فرانس اور یورپ وہ ممالک ہیں جہاں اسلام بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دیگر مغربی ممالک مسلسل ان خدشات کا اظہار کر رہے ہیں کہ شاید چند عشرے بعد یہ ملک اسلامی ملک بن جائے۔ ان خاکوں کی اشاعت کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس طریقے سے اسلام کی تیز ترین اشاعت کا راستہ روکا جاسکے۔ مغرب پر گذشتہ ایک دہائی سے اسلام کا خوف سوار ہو گیا ہے۔ ان کی اکثریت کو یہ یقین ہے کہ اسلام آہستہ آہستہ ان کی تہذیب کے لیے خطرہ بنتا جارہا ہے۔ مغرب اس خدشے کا اظہار کر رہا ہے کہ اگر اسلام کے سونامی کا راستہ نہ روکا گیا تو یہ پورے مغرب کو اپنے ساتھ بہا کر لے جائے گا۔ اسی لیے وہ نئے نئے اقدامات کر رہا ہے جس سے اسلام اور مسلمانوں کی پیش رفت روکی جاسکے۔ فرانس کے مشہور ناول نویس "مشل ہولی بیک" نے اپنی ایک کتاب "سمشن" میں فرانس کو ایک اسلامی ملک کے طور پر پیش کیا ہے۔ ایسا اسلامی ملک جہاں یونیورسٹیوں کے طلبہ کو جبراً قرآن کریم سیکھنے پر مجبور کیا جارہا ہے۔ جہاں خواتین حجاب اوڑھتی ہیں۔ اور مردوں کو ایک سے زائد شادیاں کرنے کی اجازت ہے۔ خواتین کو ترغیب دی جاتی ہے کہ اپنی مرضی سے ملازمتیں چھوڑ دیں۔ جس سے نوجوانوں میں بے روزگاری کا بھی خاتمہ ہو جائے گا۔ مشل ہولی بیک اپنی کتاب میں لکھتا ہے فرانسیسی معاشرہ مسلمانوں کے مقابلے میں آہستہ آہستہ گھٹنے ٹیک رہا ہے۔ یہاں تک کہ 2022 تک مسلمان ایک بڑی سیاسی جماعت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے جو اپنی اکثریت کے بل پر ملک کا صدر منتخب کر سکیں گے۔

مشل ہولی بیک اسلام کے حوالے سے منفی سوچ رکھتا ہے اور اس سے پہلے بھی اسلام کے خلاف زہریلی تحریریں لکھ چکا ہے۔ بات واضح ہے کہ اس ناول کی اشاعت کا مقصد اسلام کے خلاف عوام اور حکومت کو بھڑکانا ہے۔ اور اسے ایک بڑے خطرے کے طور پر متعارف کرانا ہے۔ اس لیے بڑی حد تک اس میں مبالغہ آرائی سے بھی کام لیا گیا ہوگا۔ مگر چونکہ مغرب اب مادر پدر آزادی اور الحاد کی زندگی سے تنگ آگیا ہے اور ان کی توجہ اسلام کی جانب مبذول ہو گئی ہے اس لیے ناول نگار کا مقصد جو بھی ہو بہر حال اس نے واقعی صورتحال کی تصویر کشی کی ہے اور جو کچھ کہا ہے وہ مغرب کی جانب سے حقائق کا ایک اعتراف بھی ہے جسے کوئی اور نام نہیں دیا جاسکتا۔

ناول کی اشاعت سے قبل مشل ہولی بیک نے "پیرس" نامی جریدے سے ہونے والی ایک گفتگو میں کہا تھا کہ مذہب سے دور الحادی زندگی خوشی، اطمینان اور راحت سے خالی ہوتی ہے۔ اس لیے مغرب مذہب پسندی کی جانب پھر لوٹ رہے ہیں۔ بلکہ میرے خیال میں یہ ایک خاموش تحریک کی شکل اختیار کر رہا ہے۔ اور اس کے ساتھ وہ تحریک روبہ زوال ہو گئی ہے جس کا آغاز درمیانی صدی میں ہوا تھا۔ میں اس کا اعتراف کرتا ہوں کہ اب میں ملحد نہیں ہوں، مسلمان بھی نہیں ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ آزادانہ الحادی زندگی کے بنسبت اسلامی زندگی بہت اچھی ہے"۔

پوری دنیا اور خصوصاً مغرب میں اسلام کی تیز ترین اشاعت نے مغرب کو حقیقی معنوں میں پریشان کر دیا ہے۔ جس کے مقابلے میں مغرب کا ردعمل دکھانا ایک فطری بات ہے۔ مگر جس شکل میں ردعمل ظاہر ہوا ہے میڈیا کی شرارت نہ ہوتی تو یہ اس شکل میں کبھی ظاہر نہ ہوتا۔ عالمی میڈیا مسلمانوں پر ہونے والے مظالم پر تو پردے ڈالتا ہے مگر مسلمانوں کے خلاف زہریلے پروپیگنڈے کرتا رہتا ہے۔ اسلام کو دنیا کے سامنے ایک پسماندہ، ترقی مخالف اور ظالم دین کی حیثیت سے پیش کرتا ہے۔ کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو صرف قتل و قتال پر ابھارتا ہے۔ کسی پر رحم نہیں کرتا۔ اسے نہ انسانوں کے حقوق کا خیال ہے اور

نہ ہی انسانیت کا احترام کرتا ہے۔

مغربی میڈیا جانتا ہے کہ مسلمان اپنے پیغمبر، اپنی کتاب قرآن عظیم اور اپنے دین سے خصوصی محبت رکھتے ہیں اور ان پر اپنی جان قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں۔ اس لیے انہوں نے زہریلے پروپیگنڈے پر اکتفا نہ کیا بلکہ بلکہ مسلمانوں کے دلوں کو اذیت دینے کے لیے اسلام، قرآن اور اسلام کے عظیم پیغمبر کی اہانت کا ایسا مکروہ سلسلہ شروع کردیا جس کے تھم جانے کے بظاہر کوئی آثار نظر نہیں آرہے۔ فرانسیسی میگزین چارلی ہیبڈو کی جانب سے پیغمبر اسلام کی اہانت انتہائی مذموم عمل ہے جس کا رد عمل بھی ساری دنیا نے دیکھ لیا ہے۔

2005 میں ڈنمارک کے جیلینڈ پوسٹن نامی اخبار نے پہلی بار اسلام کے عظیم پیغمبر کی شان میں گستاخی کے لیے خاکے شائع کیے تھے۔ جس کے خلاف پوری دنیا میں مسلمانوں نے نے شدید غم وغصے کا اظہار کیا

فرانس اور چارلی ہیبڈو میگزین کے ساتھ ہمدردی دکھانے اور ان کی حمایت کا مظاہرہ کرنے کے لیے پورے یورپ کے سربراہان پیرس میں جمع ہوگئے۔ اور 40 سے زائد ممالک کے سربراہان نے فرانس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے کے لیے مارچ میں شرکت بھی کی۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ 56 اسلامی ممالک کے سربراہان بھی فرانس کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات ختم کرلیتے۔ اور پھر جنیوا میں جمع ہوکر اقوام متحدہ کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرتے۔ اور عالمی دنیا سے شدت کے ساتھ یہ مطالبہ کرتے کہ اگر یہودیوں کو اذیت دینے کی روک تھام کے لیے اگر قانون بن سکتا ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری کا سلسلہ ختم کرنے کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سلسلہ روکنے کے لیے بھی عالمی سطح پر قوانین بنانے چاہئیں۔ فرانس کے پوپ نے بھی کہا ہے کہ اظہار رائے کی آزادی کے ساتھ مذاہب کا احترام بھی ہونا چاہیے۔ مذہب کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ ہر مذہب کا اپنا وقار ہوتا ہے اور اس کے کچھ حدود ہوتے ہیں۔

مطالبہ کیا۔ مگر فرانس سمیت پورے مغرب نے شدید تکبر سے کام لیا اور مسلمانوں کے مطالبے پر کوئی توجہ نہ دی۔ اور نہ ہی مسلمانوں سے معافی مانگی۔ بلکہ میگزین کے مدیر اور کارٹونسٹ نے اپنا یہ کام جاری رکھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے 2012 میں ایک بار پھر اس عمل کا تکرار کیا۔ مسلمانوں نے ایک بار پھر اپنا مطالبہ دنیا کے سامنے رکھا۔ مگر مغرب کا سلوک ماضی سے مختلف نہ تھا۔ اسی لیے میگزین نے اب کی بار ایک بار پھر یہی خاکے شائع کیے اور اس عظیم پیغمبر کی شان میں گستاخی کی جرات کردی۔ جس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو شدید مایوس کردیا۔ اور وہ مسلمان جو روشن خیال سمجھے جاتے تھے ان کے سامنے بھی مغربی بے انصافی اور اسلام دشمنی واضح ہوگئی۔

مغربی دنیا سے مایوسی کے اسی عالم میں غیرت کے مجبور تین نوجوانوں نے حضور

۔ توقع تھی کہ مغربی دنیا عقل سے کام لے گی اور دوبارہ اس طرح کے کسی اقدام سے کی جسارت نہیں کرے گی۔ مگر بدقسمتی سے بہت سے ممالک میں اس عمل کا بار بار تکرار کیا گیا۔ جن میں چارلی ہیبڈو سرفہرست ہے۔ اس میگزین نے 2006 میں پہلی بار اسلام کے عظیم پیغمبر کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے وہی خاکے شائع کیے تھے جو ڈنمارک کے اخبار نے شائع کیے تھے۔ اس کے خلاف بھی دنیا بھر کے مسلمانوں نے اپنے غم وغصے کا اظہار کیا تھا۔ مگر اس کے بدلے کسی قسم کا کوئی اطمینان نہیں دلایا گیا۔ یہی وجہ تھی کہ 2011 میں ایک بار پھر اس عمل کا تکرار کیا گیا۔ تو دنیا بھر کے مسلمانوں نے اس عمل کے مقابلے میں غم وغصے کے اظہار کے ساتھ مدیر کو گرفتار کرنے اور سزا دینے کا

اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس کے دفاع کی خاطر مذکورہ مجلے کے دفتر پر حملہ کیا اور ان سب کو ان کے انجام تک پہنچایا جنہوں نے دنیا بھر کے مسلمانو کے دل زخمی کیے تھے۔ اب ضرورت اس امر کی تھی کہ مغرب تمام مسلمانوں کے اس سب سے زیادہ اہم مسئلے کے حوالے سے غیر ذمہ دارانہ رویہ ترک کرتا۔ دنیا بھر کے تمام مسلمانوں سے معافی مانگتا۔ اور آئندہ اس طرح کے جرائم کی روک تھام کے لیے موثر اقدامات کرتا۔ اور مسلمانوں کو آئندہ ایسا نہ ہونے کا اطمینان دلایا جاتا۔ اور یہ احمقانہ استدلال ترک کردیا جاتا کہ انسانیت کی سب سے عظیم شخصیت کی اہانت اور ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دل آزاری اظہار رائے کی آزادی ہے۔

مگر افسوس اس بات کا ہے کہ مغرب آج اپنی مادی طاقت پر حد سے زیادہ غرور کا شکار ہے اور اسلام اور مسلمانوں سے اس کی دشمنی عروج پر ہے اس نے اس مسئلے کو ٹھنڈے دل ودماغ سے سوچ کر حل کرنے کا نہیں سوچا۔ نہ اس حوالے سے کوئی معقول قدم اٹھایا گیا۔ بلکہ پوری مغربی دنیا انتہائی جذباتی انداز میں یک آواز اس میگزین اور فرانس کے پشت پر کھڑی ہوگئی۔ جس میں 40 ممالک کے حکمرانوں نے شرکت کی۔ اسی لیے مذکورہ میگزین نے بھی اپنی جہالت پر ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کیا۔ اس حملے کے بعد مذکورہ میگزین کی اشاعت کی تعداد 60 ہزار سے بڑھ کر 30 لاکھ پہنچ گئی۔ اور دوسری طرف اس جلتی آگ پر ایسا تیل چھڑکا کہ میگزین کے سرورق اور اندرونی صفحات سب میں گستاخانہ خاکے بھر دیے۔ تازہ ترین شمارے میں بھی مسلمانوں کو مشتعل کرنے کا کافی مواد موجود ہے۔ اندرونی صفحات میں خاکوں میں مسلمانوں کو دہشت گرد دکھایا گیا ہے۔ ایک خاکے میں تو اسلامی ارشاد کا انتہائی شدید مذاق اڑایا گیا ہے۔ دکھایا گیا ہے کہ لوگ جنت میں انتہائی حیرت سے پوچھ رہے ہیں 70 حوریں کہاں ہیں؟

ہم آزادی رائے کے قائل ہیں۔ اور پورے دعوے سے کہتے ہیں کہ جس طرح اسلام نے انسانوں کو غلامی سے نکالا ہے تو انسانوں کو آزادی رائے بھی اسلام نے دی ہے۔ اور اس حوالے سے ہم سینکڑوں دلائل بھی رکھتے ہیں مگر آزادی رائے کے بھی کچھ حدود ہوتے ہیں اور اپنے کچھ مقاصد ہوتے ہیں۔ سب اہم مقصد شر وفساد کا خاتمہ اور خیر کی اشاعت ہوتی ہے۔

ہمارا دین جس نے صحیح تنقید کی حوصلہ افزائی کی ہے اور ظالم حاکم کے خلاف حق بیان کرنے کو نہ صرف یہ کہ اس کی اجازت دی ہے بلکہ اس کو افضل جہاد قرار دیا ہے۔ یہی ہمارے اسلام اور خیر القرون دور کے خلفاء تھے جنھوں نے انتہائی خندہ پیشانی سے لوگوں کی تنقید کو سنا۔ ہم بھی اس کے انکاری نہیں ہیں مگر اس شرط پر کہ تنقید تعمیری ہو نہ کہ تخریبی۔ مذہبی کتابوں، یا مذہب کے حوالے سے نامور اور نمایاں شخصیات کی اہانت کو کون عاقل شخص اظہار رائے کی آزادی کہے گا؟ رنگ، زبان، قوم اور مذاہب کے درمیان امتیاز کس طرح کسی کی اہانت کا باعث بنتا ہے؟

امریکا سمیت پورا مغرب خود کو انسانی حقوق کا محافظ قرار دیتا ہے اور انسانی مساوات کا علمبردار سمجھتا ہے۔ خود کو انسانی فطرت کا باغی نہیں سمجھتا۔ تو اب اظہار رائے کی آزادی کے لیے حدود بھی اسے تسلیم کرنے پڑیں گے۔ تو لوگوں کو تکلیف پہنچانا اور انسانوں کے دل دکھانے کو اظہار رائے کی آزادی کیوں سمجھتا ہے؟

یورپ کے 16 ممالک میں ہولوکاسٹ کے خلاف کچھ کہنے پر پابندی عائد ہے۔ تاکہ اس سے یہودیوں کو دل آزاری نہ ہو۔ ہولوکاسٹ کا واقعہ مشہور ہے کہ جرمن نازیوں کے ہاتھوں 6 ملین سے زیادہ یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ اسے حوالے سے کچھ کہنے پر 3 سے 7 سال تک قید کی سزا متعین کی گئی ہے۔

امریکا اور یورپ میں ہزاروں صحافیوں، دانشوروں اور تجزیہ کاروں کو اس لیے خطرات کا سامنا ہوا ہے کہ انہوں نے ہولوکاسٹ کا انکار کیا تھا اور اسے یہودیوں کی من گھڑت داستان قرار دیا تھا۔

اسی فرانس میں نئے سال کے پہلے عشرے میں فرانس کے مشہور مزاحیہ اداکار ڈیوڈان نے فرانس کے مختلف شہروں میں مزاحیہ پروگرام کرنے چاہے مگر فرانس حکومت نے اس کے پروگراموں پر صرف اس لیے پابندی لگادی کہ کہیں وہ ہولوکاسٹ کا مذاق نہ اڑائے جس سے فرانس میں مقیم یہودیوں کے دل دکھیں گے۔

اور اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ اسی چارلی ہیبڈو کے ایک ادھیڑ عمر صحافی مورس سائن جو ہر ہفتہ ایک کالم لکھا کرتے تھے۔ جولائی 2008 کے ایک شمارے میں ان کی ایک تحریر میں انہوں نے فرانس کے صدر سرکوزی اور 22 سالہ یہودی لڑکی جسیکا سیبون ڈرٹی کے درمیان ناجائز تعلقات کا مزاحیہ انداز میں تذکرہ کیا۔ اس تحریر پر میگزین کے ایڈیٹر نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ اس حرکت پر یہودیوں سے معافی مانگے وگرنہ ان کے خلاف قانون حرکت میں آجائے گا۔ کیوں کہ اس سے یہودیوں کو تکلیف ہوئی ہے۔ مورس سائن نے معافی مانگنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ یہ اظہار رائے کی آزادی کے خلاف ہے۔ اسی لیے اسے اپنے عہدے سے برخاست کیا گیا جسے بعد ازاں کبھی بحال نہیں کیا جاسکا۔

مغرب جہاں ناجائز تعلقات کو کبھی عیب نہیں سمجھا جاتا مگر جب اس کا تعلق یہودی لڑکی سے ہے تو اسے لڑکی کی شخصیت کے لیے نقصان دہ سمجھا گیا۔ اور چارلی ہیبڈو اسے یہودیوں کی دل آزاری کہتا ہے۔ اور اپنے ایک کارکن کے

معافی نہ مانگنے پر اسے معاف بھی نہیں کیا جاتا۔ اور پھر یہی میگزین مسلمانوں کی سب سے محبوب شخصیت کی گستاخی کرتا ہے اور ایک دو نہیں ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے دل زخمی کرتا ہے تو اسے نہ صرف اپنے لیے درست قرار دیا جاتا ہے بلکہ ہر بار پوری ہٹ دھرمی سے دوبارہ ایسا کرنے کا عزم ظاہر کیا جاتا ہے۔

بس یہی مغرب کا انسانی حقوق کا احترام، انسانی مساوات اور انسانوں کے عقائد، مذاہب اور عظیم شخصیات کا احترام ہے۔

مغرب میں بہت حد تک انسانی حقوق کی حفاظت، انسانی مساوات اور انسانی مذاہب، عقائد اور عظیم شخصیات کو احترام کیا جاتا ہے۔ مگر یہ سب کچھ ان کے لیے ہوتا ہے جسے یہ لوگ انسان کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ مسلمان کو جب یہ لوگ انسان کی نظر سے نہیں دیکھتے تو اس حوالے سے خود کو کسی اصول کا پابند بھی نہیں سمجھتے۔

فرانس اور چارلی ہیبڈو میگزین کے ساتھ ہمدردی دکھانے اور ان کی حمایت کا مظاہرہ کرنے کے لیے پورے یورپ کے سربراہان پیرس میں جمع ہو گئے۔ اور 40 سے زائد ممالک کے سربراہان نے فرانس کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرنے کے لیے مارچ میں شرکت بھی کی۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ 56 اسلامی ممالک کے سربراہان بھی فرانس کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات ختم کرنے کرتے۔ اور پھر جنیوا میں جمع ہو کر اقوام متحدہ کے دفتر کے سامنے احتجاجی مظاہرہ کرتے۔ اور عالمی دنیا سے شدت کے ساتھ یہ مطالبہ کرتے کہ اگر یہودیوں کو اذیت دینے کی روک تھام کے لیے اگر قانون بن سکتا ہے تو پوری دنیا کے مسلمانوں کی دل آزاری کا سلسلہ ختم کرنے کے لیے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا سلسلہ روکنے کے لیے بھی عالمی سطح پر قوانین بنانے چاہییں۔ فرانس کے پوپ نے بھی کہا ہے کہ: اظہار رائے کی آزادی کے ساتھ مذاہب کا احترام بھی ہونا چاہیے۔ مذہب کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ ہر مذہب کا اپنا وقار ہوتا ہے اور اس کے کچھ حدود ہوتے ہیں۔ اگر ڈاکٹر کسپاری (پوپ کے سفری امور کے سربراہ) میری ماں کو گالی دے تو ضرور بہ ضرور میری جانب سے اسے منہ پر مکا پڑے گا۔ اظہار رائے کی آزادی کے اپنے حدود ہوتے ہیں جو لوگ دوسروں کا مذاق اڑاتے ہیں ان کے ساتھ ایسا ہی ہو گا۔

فرانس کے پوپ سربراہ نے کسی حد تک تو وہی بات کی جو اسے کہنی چاہیے تھی مگر اب تک کسی بھی اسلامی ملک کے سربراہ نے اس حوالے سے کوئی چھوٹا سا اقدام کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ ان سے اس کی امید کی جاسکتی ہے۔ سب کے منہ اور زبان پر تالے لگے ہوئے ہیں۔ مسلمان نوجوان اسی لیے اب مغربی قوتوں کی باتوں میں نہیں آتے اور انہوں نے دشمن کی اسی اسلام دشمنی کے مقابلے میں جہاد کا وہ راستہ اختیار کیا ہے جو ناموس، دین، جان، مال اور سرزمین کے دفاع اور اس کی حفاظت کا واحد راستہ ہے۔ جس میں ان کی عزت، سرخروئی اور بقا مضمر ہے۔ اس راہ میں غیور مسلمانوں کے جہاد اور مزاحمت کا سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک یہ اپنی منزل کو نہیں پہنچ جاتا۔

ان شاء اللہ

بقیہ از: گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت، مغرب کی انتہاپسندی

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخانہ خاکے شائع کئے گئے، ان تمام کوششوں کو آزادی اظہار رائے کا نام دیا گیا لیکن جو مسلمان اسلام میں کامل طریقے سے داخل ہونے کا اعلان کرتے ہیں یا اس کی دعوت دیتے ہیں، ان کو دہشت گرد ٹھہرایا جاتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ فکری یلغار کے دفاع کے اسباب پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کریں کیونکہ دشمن نے فوجی یلغار کے ساتھ فکری محاذ پر بھی مختلف طریقوں سے مسلمانوں کے خلاف جنگ شروع کی ہے، علماء کرام اور مبلغین تحریری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت وجہاد، امن اور جنگ، انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلو کو موثر طریقے سے اجاگر کریں اور اسی طرح مغرب کے پرفریب اور خوشنما نعروں [جمہوریت، انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے] سے پردہ اٹھائیں۔

اسلام کے خلاف مغرب کے مسلسل گستاخانہ اقدامات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اہل مغرب کے پاس دلیل اور مناظرے کی قوت نہیں رہی اس لئے وہ گالی دینے اور گستاخانہ خاکوں کی اشاعت جیسے مکروہ، ناپسندیدہ اور اشتعال آنگیز ہتھکنڈوں پر اتر کر سازشوں میں مصروف ہیں۔ ان کو اسلام فوبیا ہو گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی اور حقیقت کی بدولت پھیلتا رہے گا۔ بقول شاعر

اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
جتنا ہی دبادو گے اتنا ہی یہ ابھرے گا۔

تحریر: شکور شفق

مزدور افغان فوجی راہ فرار اختیار کر رہے ہیں

افغان فوج کی تشکیل نو اور تربیت میں امریکہ اور نیٹو فوجی جرنیلوں کا براہ راست عمل دخل شامل ہے، مزدور فوج کی تنخواہیں اور دیگر اخراجات ادا کرنا بھی امریکہ کی ذمہ داری ہے جبکہ اہداف کا تعین کرنا اور دیگر ضروری امور کی انجام دہی بھی امریکہ کے دست اختیار میں ہے لیکن جو سب سے خطرناک اور باعث تشویش امر ہے وہ یہ ہے کہ نام نہاد افغان فوج میں بڑے عہدوں پر تعینات اکثریت کا تعلق پرانے کیمونسٹ اور مارکسیزم سے ہے، ان میں اکثر حکام مارکسیزم نظریے اور فلسفے کے پیروکار ہیں، بد قسمتی سے مزدور فوج میں اہم عہدوں پر آج ایک بار پھر وہ لوگ براجمان ہیں جنہوں نے افغانستان کو تباہ وبرباد کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اور آج بھی لاکھوں افغان مہاجرین ان کے ظلم اور دہشت کے باعث ملک سے باہر ہمسایہ ممالک میں قیام پذیر ہیں۔

آج پھر ملک کی آزادی کے علمبردار مجاہد اور طالب ظالم کیمونسٹ فوجی جرنیل کے رحم وکرم پر ہے، جیلوں کے انتظامات اور اختیارات انہی کیمونسٹ اور اسلام دشمن فوجی آفیسروں کے پاس ہیں، دیگر ممالک کی افواج کے برعکس افغان مزدور فوج میں چور، بد اخلاق، منشیات کے عادی اور سماج دشمن عناصر موجود ہیں اور ان نااہل اور ملک دشمن عناصر کو ملک کے مستقبل کا اختیار دیا گیا ہے جن کی تشکیل کے وقت نہ شرعی اور نہ ہی ملکی و بین الاقوامی قوانین کا خیال رکھا گیا۔

مزدور فوج کی تشکیل اور تربیت کے وقت نہ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھا گیا اور نہ ہی ملی اقدار اور قومی روایات کی پاسداری کی گئی، اہلیت کی شرط نہیں تھی بلکہ میرٹ کی دھجیاں اڑادی گئیں، صرف ایک شرط پر ان کو بھرتی کیا گیا کہ جہاد کو فساد کہے اور مجاہد کو دہشت گرد قرار دیں، چند ڈالروں کی خاطر اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ لوگوں کو فوج میں بھرتی کرنے کا عمل شروع کیا گیا اور چند مہینوں میں ان کی تربیت کی گئی اور فوج کا نام دیا گیا جو مذاق کے علاوہ اور کچھ نہیں کیونکہ فوج چند مہینوں میں تشکیل نہیں دی جاسکتی، قابض افواج کو مزدور فوج میں بھرتی کے لئے ایسے لوگوں کی ضرورت تھی جو اسلام اور ملک کے مفادات کے بجائے قابض دشمنوں کے مفادات کا خیال رکھیں اور ان کے مفادات کے تحفظ کے لئے ان کے شانہ بشانہ لڑیں۔

مزدور افغان فوج کے یہ کمزور اور پست معیار کی وجوہات اس کے باعث ہیں کہ وہ راہ فرار اختیار کر رہے ہیں، ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والی رپورٹس کے مطابق 2014ء میں افغان فوج سے 3000 اہلکار بھاگ گئے ہیں، ایک جانب اتنی بڑی تعداد میں مزدور فوج سے اہلکار راہ فرار اختیار کر رہے ہیں تو دوسری جانب بڑی مقدار میں ان کا اسلحہ اور دیگر فوجی وسائل بھی مجاہدین نے مال غنیمت کے طور قبضہ کیا ہے۔

کٹھ پتلی فوج سے بڑی تعداد میں فرار ہونے والے اہلکاروں کی خبریں مغربی ذرائع میں بھی امریکی محکمہ اطلاعات کے حوالے سے شائع ہوئیں، ایک رپورٹ کے مطابق 2014ء میں ہزاروں فوجی فرار ہوچکے ہیں، ایک اور رپورٹ کے مطابق اب کٹھ پتلی فوجیوں کی تعداد ایک لاکھ 65 ہزار تک کم ہوچکی ہے جبکہ اس سے قبل اس کی تعداد ایک لاکھ 95 ہزار تھی۔

اس رپورٹ میں یہ بھی لکھا گیا تھا کہ افغانستان میں ایساف کے کمانڈر جنرل جوزف اینڈرسن نے دعوی کیا تھا کہ اکتوبر 2014ء تک افغان فوج میں 20 فیصد اہم عہدے خالی تھے جن پر تعیناتی کی فوری ضرورت تھی، ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ افغان سیکورٹی اہلکار عسکری لحاظ سے ماہر اور تجربہ کار نہیں ہیں، انہوں نے یہ بھی کہا کہ افغان فوج سے راہ فرار اختیار کرنے والوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ اور نئے بھرتی ہونے والوں کی تعداد میں کمی اہم مسئلہ ہے۔

افغان اقوام کا مطالبہ ہے کہ بلند اخلاقی معیار پر مشتمل اہلیت کی بنیاد پر اسلامی فوج تشکیل دی جائے، موجودہ کٹھ پتلی فوج سے دین، ملک اور قوم کے دفاع کے حوالے سے عوام کی کوئی توقع نہیں، بلکہ افغان عوام کی نظر میں موجودہ مزدور اور کٹھ پتلی فوج میں سابق کیمونسٹ فوجی آفیسران اور جرنیل اہم عہدوں پر براجمان ہیں جن سے خیر کی کیا توقع کی جاسکتی ہے، یہ فوج زیادہ دیر تک نہیں رہے گی، جلد ایک اسلامی فوج اس کی جگہ پائے گی، انشاء اللہ تعالی

امریکا جنگ کا اختتام نہیں افغانستان سے باہر اسے مزید وسیع کرنا چاہتا ہے۔ عسکری ذرائع سے زیادہ امریکا میڈیا اور دیگر وسائل پر انحصار بڑھا رہا ہے۔

عربی مجلے الصمود کے مدیر اعلیٰ جناب احمد مختار سے گفتگو

جیسا کہ ہمارے قارئین جانتے ہیں حالیہ دنوں میں افغانستان میں سیاسی اور عسکری حوالے سے کچھ اہم تبدیلیاں سامنے آئی ہیں۔ان میں سے سب سے اہم نیٹو افواج کے مکمل انخلا کا ارادہ اور بارک اوباما کی جانب سے افغانستان کی جنگ کے خاتمے کا اعلان تھا۔یہ سلسلہ کتنا اہم ہے اور ملک کے مستقبل پر کیا اثرات مرتب ہونے والے ہیں، اس حوالے سے "شریعت" نے سیاسی امور کے تجزیہ کار اور "الصمود" میگزین کے مدیر جناب احمد مختار سے گفتگو کی ہے، جو آپ کی نذر کی جا رہی ہے۔

سوال:

دسمبر 2014 میں ایساف افواج نے کابل میں ایک تقریب میں اپنا پرچم اتارا اور افغانستان میں اپنی مہم کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔اسی روز امریکی صدر بارک اوباما نے اعلان کیا کہ امریکا نے اپنی تاریخ کی سب سے طویل جنگ اختتام تک پہنچا دی ہے۔جنگ کے اختتام پر مغربی جارحیت پسندوں کی جانب سے بڑی سطح پر پروگرام منعقد کیا گیا ہے۔ آپ کے خیال میں یہ ان کی مسلط کردہ جنگ کا خاتمہ ہی ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور بھی اہداف ہو سکتے ہیں؟

جواب:

میرے خیال میں امریکا کے یہ تمام اقدامات اپنے عوام کو غفلت اور ان کی جانب سے تنقید کا نشانہ بننے سے بچنے کے لیے کیے جا رہے ہیں۔امریکی افغانستان میں جنگ کے اختتام کا ارادہ نہیں رکھتے، بلکہ چاہتے ہیں کہ افغانستان سے باہر بھی جنگ کو مزید وسعت دیں۔امریکی دنیا کے وہ ظالم صفت انسان ہیں، جنہوں نے اپنے مفادات کے حصول اور اپنی جارحیت کو پھیلانے کے لیے بہت سی اقوام خصوصاً تیسری دنیا کو بے چین کر رکھا ہے۔ان کے مفادات ہمیشہ دوسری اقوام پر مظالم، اذیتوں اور ان کی زمینوں پر قبضے سے وابستہ رہتے ہیں۔کابل انتظامیہ سے سیکورٹی معاہدے پر دستخط، افغانستان پر ڈرون طیاروں کی بمباری کا سلسلہ اور یہاں محدود تعداد میں امریکی اڈوں کے طویل قیام کا مقصد عسکری اور سیکورٹی اعتبار سے جنگ کو طول دینے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

سوال:

اگر امریکا اور نیٹو افغانستان کی جنگ کو ختم کرنا چاہ رہے ہیں اور اپنی جنگجو فوجوں کا انخلا کر رہے ہیں تو آپ اس واپسی کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔کیا نیٹو اور امریکا نے اپنے اہداف حاصل کر لیے ہیں اور اب مزید ان کی ضرورت نہیں رہی ہے یا وہ شکست کھا گئے ہیں اور پسپائی اختیار رہے ہیں؟

جواب:

افغانستان میں امریکی فوجیوں کی شکست کا اعتراف سب سے زیادہ خود امریکی فوجی ماہرین کر رہے ہیں۔صرف امریکی نہیں، بلکہ عالمی سطح پر سب سے اہم فوجی تنظیم نیٹو بھی شکست کھا گئی ہے۔اب یہ شکست خوردہ جارحیت پسند چاہتے ہیں کہ اپنی شکست کا انتقام افغانوں سے ایک اَور طریقے سے لیا جائے۔یہ لوگ جانتے ہیں کہ عسکری لحاظ سے افغانستان کی تسخیر ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہدف تک پہنچنے کے لیے وہ غیر روایتی انداز میں مختلف طریقے اپنا رہے ہیں۔ایسے ذرائع کہ جن کا استعمال عسکری اور اقتصادی لحاظ کم خرچ ہو اور ہدف تک پہنچنے کے

لیے بہت کامیاب ہو۔ ان خطرناک ذرائع میں سے ایک سیکورٹی معاہدے کے ذریعے افغانستان میں جنگ کو طول دینا ہے۔کیوں کہ اسی معاہدے کے ذریعے افغانستان کی سرزمین اور فضا مستقبل کے دس سالوں تک کے لیے امریکا کے اختیار میں دے دی گئی ہے۔ اسی معاہدے کے ذریعے امریکی افواج کو افغانستان میں جہاں وہ چاہیں فوجی آپریشن کرنے کا حق دیا گیا ہے۔اسی معاہدے میں امریکی فوجیوں کے آپریشن کے دوران ان کے ہاتھوں بے سہارا افغان عوام پر جو مظالم ڈھائے جاتے ہیں، انہیں قانونی تحفظ فراہم کیا گیا ہے۔ ہر طرح کے جنگی جرائم میں چھوٹ دی گئی ہے۔ اس سے قبل امریکی چاہتے تھے کہ اپنے اہداف غیر ملکی فوجیوں کے ذریعے حاصل کریں۔ اب وہی مقاصد افغان نیشنل آرمی کے ذریعے حاصل کیے جائیں گے۔اس طرح کہ امریکی فوجی جانی نقصان سے بھی محفوظ رہیں اور مالی نقصان سے بھی بچے رہیں۔اس طرح افغانستان میں مجاہدین اور نیشنل آرمی کے درمیان مزاحمت اور مقابلے کو جاری رکھنے کا ایک وسیلہ بھی میسر آگیا ہے، تاکہ افغانوں کے درمیان مقابلے کا میدان گرم رکھا جاسکے۔

سوال:

بعض تجزیہ کاروں کا خیال ہے کہ نیٹو کی جانب سے پرچموں کا اتارنا اور فوجیوں کو پسپا کرنا ایک ڈرامہ اور دکھلاوا ہے۔ نیٹو اور امریکا اپنے نے اڈے حاصل کرلیے ہیں اور اب اپنے اضافی فوجیوں کو نکال کر لے جارہے ہیں۔اور یہ کہ افغانستان ایک گہری عالمی گیم کا مرکز ہے۔ افغان مجاہدین کو اتنی جلدی اپنی فتح اور جارحیت پسندوں کی شکست کا دعوی نہیں کرنا چاہیے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں، کیا واقعۃً افغان عوام ابھی آزادی سے بہت فاصلے پر ہیں؟

جواب:

میرے خیال میں عسکری لحاظ سے جارحیت پسند یہاں واضح طور پر شکست کھاچکے ہیں۔اس حوالے سے پینٹاگون کے ماہرین کے اعترافات اور ان کے نقصانات کے اعداد وشمار موجود ہیں۔ مگر اس بات کا یہ مطلب نہیں کہ مجاہدین تمام حوالوں سے دشمن پر غالب ہیں، بلکہ اب دشمن کے مقابلے کا رخ بدل گیا ہے۔پہلے ان کی ساری توجہ عسکری مقابلے پر تھی۔اب اس نے دیگر ذرائع پر انحصار بڑھانا شروع کیا ہے۔ مجاہدین کے لیے یہ مقابلہ گزشتہ جنگوں سے زیادہ مشکل اور محنت طلب ہے۔ مجاہدین کو پوری قوت اور منصوبہ بندی سے اس کا مقابلہ کرنا ہوگا۔ مجاہدین عسکری میدان کے سب سے مضبوط فاتح اور بہادر سپوت ہیں۔ ان کی پیدائش اور پرورش جہادی محاذوں پر ہوئی ہے۔ انہیں سیاست اور دفتر کے معاملات میں بھی اتنی ہی مہارتیں پیدا کرنا ہوں گی، جتنی انہیں جنگی اور عسکری امور میں حاصل ہیں۔اس لیے مجاہدین مزاحمت کے اس حساس مرحلے پر دشمن سے نئے طرز کے مقابلے کی پوری تیاری کریں۔ اپنی عسکری و فوجی صلاحیت اور جہادی بصیرت بروئے کار لاکر دشمن کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر دیں۔

> عسکری جنگوں کی طرح امریکیوں کی پروپیگنڈہ لڑائی بھی اسی طرح کی دحشت، بربریت اور بداخلاقی سے بھری ہوئی ہے۔ ان کے پروپیگنڈے کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ان کے ہاں جھوٹ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے، جس سے وہ دنیا کو اطمینان دلا سکیں۔ بہت مرتبہ خود امریکی میڈیا نے وہائٹ ہاؤس حکام کے افغان جنگ کی کامیابی کے دعووں کو مضحکہ خیز اور غلط قرار دیا ہے۔ مجاہدین دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے سچ کو ہتھیار بنائیں۔ میڈیائی مواد ذمہ دارانہ انداز میں اطمینان بخش اور سچ پر مبنی ہونا چاہیے۔ سچی اور بروقت خبریں دشمن کی میڈیائی تاثیر کو ختم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کر سکتی ہیں۔

سوال:

امریکا اپنی فوج نکال رہا ہے، مگر دائمی اڈوں کے نام پر اس کی فوج پھر بھی یہاں رہے گی۔ آپ کے خیال میں یہ فوج افغانستان میں آرام سے رہ پائے گی اور اہداف حاصل کر پائے گی یا آخر کار انہیں بھی فرار ہونا پڑے گا؟

جواب:

امریکی فوج شروع میں تازہ دم تھی۔ جارحیت کا غرور ان کے دماغ میں

سمایا ہوا تھا۔اس کے باوجود ڈیڑھ لاکھ فوج ناکام رہی ہے۔اپنے مقاصد نہیں حاصل کر سکی۔اب جب انہیں اپنی کامیابی سے مایوسی ہو رہی ہے، ہزاروں کی تعداد میں ان کے فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے ہیں۔فوج کا حوصلہ پست ہورہا ہے۔پہلے کی بہ نسبت اب ذرا یہ ایک مشکل کام ہوگا۔اگر ڈیڑھ لاکھ فوج فرار ہوگئی تو بقیہ 10 ہزار تو یقیناً فرار ہوگی۔ اور ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ملک افغانوں کے لیے ہی رہ جائے گا۔

سوال:

انخلا کے ساتھ ہی مغربی حکام نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ انہوں نے افغانوں کے لیے گزشتہ 13 سالوں میں بڑے بڑے کام کیے ہیں۔انہیں جمہوریت، آزادی اور حکومت داری کا حق دیا ہے۔ مختلف اقتصادی، سیکورٹی، عمرانی اور کلچرل شعبہ جات میں تعاون دیا ہے۔آپ کے خیال مغرب نے گزشتہ 13 سالوں میں افغانوں کو کون سی سوغات دی ہیں؟

جواب:

واقعۃً امریکیوں کی آمد سے افغانستان میں بہت امور میں ترقی دیکھنے میں آئی ہے۔عالمی سطح پر انہیں بلند مقام ملا ہے۔امریکیوں کے اپنے اعتراف کے مطابق افغانستان کرپشن میں پہلے نمبر پر پہنچ چکا ہے۔ بدامنی میں پہلا نمبر، انسانی حقوق کی پامالی پہلا نمبر، منشیات کے پھیلاؤ میں پہلا نمبر، خواتین پر تشدد میں پہلا نمبر! واقعۃً یہ ترقی افغانستان میں امریکی جارحیت کے بعد ہی ممکن ہوئی ہے۔

سوال:

گزشتہ سال انتخابات ہوئے اور ایک بڑی تبدیلی نظر آئی ہے۔امریکی مداخلت کے بعد قومی یکجہتی کی بنیاد پر ایک حکومت قائم کی گئی ہے۔ آپ مستقبل میں اس نوزائیدہ حکومت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

جواب:

جارحیت کے سائے تلے انتخابات اور ان سے متعلقہ تمام اقدامات جارحیت پسندوں کی جانب سے عام لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے کیے گئے ہیں۔اگر واقعۃً انتخابات افغان عوام کی مصلحتوں کی خاطر کیے گئے ہوتے تو پھر جان کیری کے متعدد دوروں اور امریکی سفیر کی مداخلت کی کیا ضرورت تھی؟ انتخابی سلسلہ مجموعی طور پر ایک ڈرامہ تھا، جس کے نتیجے میں اشرف غنی کی بے اختیار اور دو قطبی حکومت تشکیل پائی ہے۔ افغان عوام کی خاطر یہ دو قطبی حکومت امریکی جرائم میں سے ایک بہت بڑا جرم ہے، جس کا مقصد افغانوں کے درمیان تفریق وتقسیم کی لکیر کھینچنا ہے۔اشرف غنی نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ امریکی شہری اور امریکی حکومت میں ایک ملازم کی حیثیت سے گزارا ہے۔ امریکیوں کے مزاج کے مطابق یہ شخص حکومت کے لیے سب سے مناسب اور موزوں تھا۔اس لیے ہم یہ کہنے میں حق بہ جانب ہوں گے کہ اشرف غنی حکومت افغانوں کے ووٹ سے نہیں بنی، بلکہ یہ امریکیوں کی تخلیق ہے۔ حکومت نے اقتدار سنبھالنے کے 24 گھنٹے بعد سیکورٹی معاہدے دستخط کر دیے اور کابینہ کی تشکیل میں ساڑھے تین ماہ کی تاخیر کوئی اور ہی کہانی اُگل رہی ہے۔

سوال:

2014 میں افغانستان کی عسکری صورت حال کے حوالے سے کامیابی اور عملی ترقی کس فریق کے پاس رہی اور مستقبل میں عسکریت کا کیا رُخ رہے گا؟

جواب:

2014 کے آخر میں بیرونی افواج کی جانب سے افغانستان میں اپنے پرچم اتارنا اس سال کی سب سے بڑی کامیابی اور تمام مسلمانوں کے لیے ایک فخر کا مقام ہے۔یہ پرچم افغانستان میں جارحیت پسندوں کی

جانب سے ان کی حکومت اور تسلط کی علامت کے طور پر لہرائے گئے تھے۔ جہادی رہنماؤں کی بے مثال قربانیوں کی برکت سے انتہائی ذلت اور رسوائی کے ساتھ انہیں یہ پرچم واپس اتارنا پڑے ہیں۔ اسی سال جہادی قوت کے زور پر امریکی جیل گوانتانا مو سے امارت اسلامیہ کے پانچ اہم رہنماؤں کی آزادی جہاد اور افغانوں کی دوسری تاریخی کامیابی ہے، جو انہیں صرف جہاد اور سیاسی تدبر کے ذریعے ہی ملی ہے۔ مجاہدین کی جانب سے پورے پانچ سال تک امریکی افسر کو اپنے ہاں قید رکھنا درحقیقت پورے امریکا کو قید کرنے کے مترادف ہے۔ اس لیے امریکیوں نے مجاہدین سے اپنے قیدی فوجی کی آزادی کے لیے پوری طاقت کا استعمال کیا، مگر کچھ حاصل نہ کرسکا۔ اس کے علاوہ بھی 2014 مجاہدین کے لیے کامیابیوں کا سال تھا۔ اسی سال افغانستان میں امریکیوں کے تھری اسٹار جنرل ہارڈ گرینی، مجاہد رفیق اللہ کے ہاتھوں ہلاک ہوگیا۔ اس کے ساتھ ساتھ 12 بڑے جرمن جرنیل اور فوجی بھی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔ اسی طرح ہلمند شوراب کے سب سے اہم فوجی اڈے پر مجاہدین کے چار روزہ آپریشن، کابل کے قلب میں پولیس سربراہ کے دفتر پر حیران کن حملہ، صدارتی محل کے دروازے پر فرانسیسی کلچر مرکز پر حملہ اور کابل شہر میں جارحیت پسندوں اور کٹھ پتلیوں کے ٹھکانوں پر حملے، ملک کے اہم شہروں میں فوجی مراکز پر منظم حملے اور جہادی کارروائیاں، اکثر علاقوں کی فتح 2014 میں مجاہدین کی اہم کامیابیاں تھیں۔

سوال:

حال ہی میں امریکا اور اس کے اتحادی عسکری حوالے سے پسپائی کی حالت میں ہیں، مگر پروپیگنڈے کے حوالے سے ان کی کوششیں ماضی سے بڑھ ہیں۔ جارحیت پسندوں کے مقابلے میں کیا ہونا چاہیے، تاکہ عوام پروپیگنڈے سے محفوظ رہیں۔

جواب:

امریکی حملہ افغانستان پر پروپیگنڈے کے زور پر کیا گیا تھا۔ پروپیگنڈے کے ذریعے ہی اسے برقرار رکھا گیا تھا۔ پروپیگنڈہ معاصر دنیا کی سیاست میں سب سے مؤثر طریقہ ہے۔ اسی لیے دشمن کی توجہ پروپیگنڈے کی جانب بھی اتنی ہی ہے، جتنی عسکری جنگ پر ہے۔ دشمن کی اس جنگ کو ناکام بنانے کے لیے مجاہدین کو چاہیے کہ پروپیگنڈے کے حوالے سے جوابی اقدام کریں۔ دشمن کے پروپیگنڈے کے خلاف اپنی پوری قوت بروئے کار لائیں۔ عسکری جنگوں کی طرح امریکیوں کی پروپیگنڈہ لڑائی بھی اسی طرح کی وحشت، سربریت اور بداخلاقی سے بھری ہوئی ہے۔ ان کے پروپیگنڈے کی بنیاد جھوٹ پر ہے۔ ان کے پاس جھوٹ سے زیادہ کچھ بھی نہیں ہے، جس سے وہ دنیا کو اطمینان دلا سکیں۔ بہت مرتبہ خود امریکی میڈیا نے وہائٹ ہاؤس حکام کے افغان جنگ کی کامیابی کے دعوؤں کو مضحکہ خیز اور غلط قرار دیا ہے۔ مجاہدین دشمن کے خلاف لڑنے کے لیے سچ کو ہتھیار بنائیں۔ میڈیائی مواد ذمہ دارانہ انداز میں اطمینان بخش اور سچ پر مبنی ہونا چاہیے۔ سچی اور بروقت خبریں دشمن کی میڈیائی تاثیر کو ختم کرنے کے لیے اہم کردار ادا کرسکتی ہیں۔

سوال:

آپ افغانستان میں اسلامی نظام اور مکمل امن کے قیام کے لیے کتنے پرامید ہیں۔ ایسا کیا اقدام ہونا چاہیے جس سے افغان عوام اپنی اس خواہش کی تکمیل کرسکیں؟

جواب:

مسلمان تقدیر الٰہی پر اعتماد رکھیں اور ہمیشہ اپنے مستقبل اور معاشرے کے حوالے سے پر امید رہیں۔ مسلمان افغانوں نے نظام الٰہی کے نفاذ اور جارحیت پسندوں سے اپنے ملک کی آزادی کے لیے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں اور بہت زیادہ مظلومیت برداشت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ غیور ذات ہے۔ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں کہ مظلوم افغانوں کی ان قربانیوں کا یقیناً ضرور کوئی نتیجہ نکلے گا، جس کی برکت سے افغانستان جارحیت پسندوں کے قبضے نکل جائے گا۔ اس وقت ایک بار پھر مظلوم افغان عوام اپنے آزاد افغانستان میں اسلامی نظام کے سائے تلے بااعتماد، پرامن زندگی اور پرامن مستقبل کے مالک ہوں گے۔ ان شاء اللہ

امریکی فوجی قبضہ کو طول دینے کی وجوہات

ہزاروں فوجیوں کی قربانی دینے اور کھربوں ڈالر کے ناقابل تلافی نقصان سہنے کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ مستقبل قریب میں امریکہ افغانستان چھوڑ کر مکمل انخلا کا ارادہ رکھتا ہے، اس کے سیاسی عزائم اور منفی پروپیگنڈے کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ افغانستان سے مکمل فوجی انخلاء کے لئے قطعی طور پر تیار نہیں، امریکیوں کو صرف اپنے مفادات عزیز ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ وہ ایسے حالات پیدا کرے جو اس کو یہاں رہنے اور اس کے قبضہ کو طول دینے کے لئے جواز فراہم کریں۔

حال ہی میں اوباما نے ہندوستان کا دورہ کیا، اس دوران امریکی پالیسی سازوں نے یہ اعتراف کیا کہ "امریکہ افغانستان میں پہلی جنگ میں کامیاب رہا لیکن دوسری جنگ میں بلاشبہ امریکہ شکست سے دوچار ہوا، اگر ہم تیسری جنگ میں شامل ہوں گے تو ضروری ہے کہ ہم سابقہ غلطیاں نہ دہرائیں، یہ بھی ممکن ہے کہ امریکہ حالات کی نزاکت کا ادراک کرتے ہوئے افغانستان سے اپنی افواج کے مکمل انخلاء کے فیصلے پر نظرثانی کرے" ان کے ان خیالات سے ثابت ہوتا ہے کہ مستقبل قریب میں وہ افغانستان سے مکمل انخلاء کا ارادہ نہیں رکھتے اور یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ افغانستان اور خطے سے متعلق امریکیوں کے عزائم خطرناک اور باعث تشویش ہیں۔

ایک جانب امریکہ افغانستان سے اپنی افواج کے انخلاء اور جنگ میں حصہ نہ لینے کے فیصلہ کا اعلان کر رہا ہے لیکن عملی طور پر وہ نہتے افغان عوام پر وحشیانہ بمباری اور ڈرون حملے بھی کر رہا ہے، آئے روز متعدد شہریوں خواتین اور بچوں کو شہید کیا جارہا ہے اور جنگ کو مزید تیز کرنے کے لئے مختلف فوجی وسیاسی حربے استعمال کر رہے ہیں، اور افغانستان میں فوجی وسیاسی شراکت داری کے لئے نئے علاقائی شرکاء ڈھونڈ رہے ہیں۔

مبصرین کا خیال ہے کہ افغانستان کے سٹریٹیجک حیثیت کو دیکھتے ہوئے امریکہ آسانی سے اس خطے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوگا اس لئے دیگر عوامل ڈھونڈنے کے علاوہ برائے نام اسباب اور بہانے پیدا کرنے کے لئے اپنے مفادات کو تحفظ فراہم کرنے کی غرض سے وہ یہاں طویل مدت تک قیام کرنے کا خواہاں ہے، اس کے لئے وہ نئے خطرات درپیش ہونے کے اسباب کے بہانے خطے کے ممالک پر اپنا دباو برقرار رکھے گا لیکن وہ منصوبہ بندی سے قبل ردعمل ظاہر ہونے سے گریز کر رہا ہے اور مخالفت کی صورت میں سنگین نتائج کی دھمکیاں بھی دے رہا ہے، اس کے علاوہ میڈیا کے ذریعے بھی عوام میں خوف وہراس پیدا کرنے کے مہم چلا رہا ہے۔

اس مہم کے تحت ایک پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ امارت اسلامیہ افغانستان کے کچھ لوگ اور رہنما ایک نئی تنظیم میں شامل ہوچکے ہیں جو افغانستان

اور خطے کے لئے سنگین خطرہ ہے، امارت اسلامیہ کے مقابلے میں ایک متوازی گروپ کے نام کے استعمال کا مقصد سیاسی اور جہادی کردار کو مشکوک بنانا ہے کہ افغانستان میں مجاہدین متحد نہیں ہیں، اگر امارت اسلامیہ خطے کے لئے خطرہ نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ ایسی تنظیمیں موجود ہیں جو نہ صرف افغانستان کے لئے بلکہ پوری دنیا کے لئے خطرہ ہیں۔ لیکن اب ہر کسی کو معلوم ہے کہ دنیا میں بدامنی کے ذمہ دار کون ہے اور کس کی وجہ سے دنیا بدامنی کی آگ میں جل رہی ہے؟

نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر گزشتہ تیرہ برس سے مظلوم افغان عوام پر صلیبی جنگجو مسلط ہیں، حالانکہ دہشت گردی خود ان کی پیداوار ہے اور جنگ بھی ان کی ضرورت ہے، امریکہ اور نیٹو کی وجہ سے دنیا بدامنی کا شکار ہے، انسداد دہشت گردی کے نام پر دہشت گردی کو فروغ دیا جارہا ہے، افغانستان پر امریکی یلغار کی وجہ سے نہ صرف افغان عوام دہشت گردی کا شکار ہیں بلکہ خطے کے ہمسایہ ممالک میں بھی بدامنی عروج پر ہے، جب تک امریکی اور نیٹو افواج افغانستان میں موجود رہیں گی تب تک قیام امن کا خواب ادھورا رہے گا۔

رہی یہ بات کہ افغان عوام امریکہ کے خلاف برسرپیکار ہیں اس لئے امریکی افواج بھی یہاں موجود رہیں گی، ظاہر ہے کہ امریکہ نے افغانستان پر قبضہ کر رکھا ہے، ملک پر یلغار کی ہے، افغان عوام کے وسائل پر قابض ہیں، بدامنی کی ذمہ دار بھی خود امریکہ ہے، اگر آج ایک نوجوان اپنے جسم پر بم باندھ کر امریکیوں پر حملہ کرتا ہے، کس چیز نے اس کو اس پر مجبور کیا ہے؟ وہ کیوں اس طرح کر رہا ہے؟ کیونکہ افغان عوام اپنے ملک میں بدتر حالات اور مشکلات سے دوچار ہیں، انصاف کے بجائے ان پر ظلم ہو رہا ہے اور وہ آزادی کی نعمت سے محروم ہیں۔

امریکہ اس بہانہ سے افغانستان پر اپنے ناجائز قبضہ کو طول دے رہا ہے بلکہ دیگر جنگی عناصر کی تلاش میں مصروف ہے، وہ چاہتا ہے کہ ان کے نام پر مزید خون خرابہ پیدا کرے اور دہشت کو پھیلادے، ان عناصر میں ہندوستان سرفہرست ہے جس کو امریکہ نے افغانستان میں اہم کردار سونپنے کا وعدہ کیا ہے۔

بلاشبہ ایسے خطرناک عزائم افغانستان کو ایک نئی مشکل سے دوچار کرنے کی سازش کے پیش خیمہ ہوں گے، امریکہ اور نیٹو کے انخلاء کے بعد آزادی کی تمنا کو دھچکہ لگے گا۔ لیکن امریکہ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے جتنے بھی جعلی اسباب اور مسائل پیدا کرے مجاہد عوام کو ورغلایا نہیں جاسکتا، امریکہ کے خلاف برسرپیکار مجاہدین کو افغان عوام کی وسیع حمایت حاصل ہے، امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے ساتھ افغان عوام کا علمی، سیاسی، جہادی اور ثقافتی لحاظ سے گہرا تعلق ہے، جنگ کو طول دینے سے دنیا کی کوئی طاقت امریکہ کو شکست سے بچا نہیں سکتی، شکست امریکہ کا مقدر ہے، اللہ تعالیٰ کی مدد اور افغان عوام کی حمایت سے دوسری جنگ کی طرح تیسری جنگ میں بھی امارت اسلامیہ کے مجاہدین سرخرو ہوں گے اور امریکہ شکست سے دوچار ہو کر اپنے عزائم میں ناکام رہے گا۔ انشاء اللہ

تحریر: تیمور شہزاد

گستاخانہ خاکوں کی دوبارہ اشاعت، مغرب کی انتہاپسندی

فرانس میں اسلام دشمن میگزین چارلی ہیبڈو کے ناعاقبت اندیش کارٹونسٹوں اور مدیروں نے ایک بار پھر امت مسلمہ کی دل آزاری کی، چارلی نے 14 جنوری کو میگزین کے سرورق پر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گستاخانہ کارٹون شائع کیا، چارلی کی اس توہین امیز جسارت پر مغربی دنیا کے کچھ اور ذرائع ابلاغ نے بھی اس کا ساتھ دیا۔

اسلام دشمن میگزین چارلی نے اس سے قبل بھی 2006ء اور 2011ء میں گستاخانہ خاکے شائع کئے تھے، چارلی کے گستاخانہ اقدام کے ردعمل میں تین مسلمان نوجوانوں نے اسلام سے وفاداری اور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی والہانہ اظہار محبت کا ثبوت دیا، فدائی مجاہدین نے میگزین کے دفتر پر حملہ کیا، پانچ کارٹونسٹ سمیت 12 افراد کو قتل کر دیا اور دو دن بعد مجاہدین بھی جمہوریت پسند پولیس کے ساتھ ایک جھڑپ میں جام شہادت نوش کر گئے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ

چارلی کے دفتر پر حملے کے بعد غیر مسلم حکمرانوں کے علاوہ اسلامی ممالک کے بعض حکمرانوں نے بھی اس واقعہ کی مذمت کی جبکہ افغانستان کے نام نہاد صدر اشرف غنی نے نہ صرف چارلی کے اسلام دشمن عملہ کے قتل کی شدید الفاظ میں مذمت کی بلکہ اس اقدام کو وحشیانہ عمل قرار دیا۔

چارلی کے دفتر پر حملہ کی عالمی سطح پر مذمت کی گئی، اس حملے میں قتل ہونے والے افراد کے جنازے میں دنیا بھر سے آئے ہوئے درجنوں حکمرانوں نے شرکت کی، انہوں نے دہشت گردی کے خلاف مل کر لڑنے کے عزم کا اظہار کیا، مسلمانوں کو انتہاپسند قرار دیا گیا، آزادی اظہار رائے کی حمایت کی گئی اور چارلی کی باقیات کے علاوہ دیگر اسلام دشمن میڈیا نے بھی اعلان کیا کہ اس طرح کے حملوں سے ان کے حوصلے پست نہیں ہوں گے اور آزادی اظہار رائے سے وہ کبھی بھی دستبردار نہیں ہوں گے۔ مغربی دنیا کے انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کے جھوٹے دعوے کی حقیقت سے مغرب زدہ اور سادہ لوح لوگوں کے علاوہ پوری دنیا آگاہ ہے کہ وہ انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کا احترام نہیں کرتے بلکہ سب سے زیادہ وہ خود اس کی نفی کرتے ہیں، انسانی حقوق اور آزادی اظہار رائے کی مثالیں افغانستان، عراق، فلسطین، مصر، صومالیہ، یمن، تیمور سمیت دیگر ممالک میں پوری دنیا کے سامنے موجود ہیں، حتیٰ کہ مظاہرین پر بھی وحشیانہ تشدد کیا گیا۔

فرانس میں مسلم خواتین کے حجاب پر پابندی ہے، مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ان کے ساتھ توہین آمیز سلوک اختیار کرنے میں نمایاں اضافہ ہوا ہے، شرم اور تعجب کی بات یہ ہے کہ چارلی کے دفتر پر حملے کے غم میں شریک حکمرانوں میں اسرائیل کے وزیر اعظم نتن یاہو نے بھی آزادی اظہار رائے پر زور دیا یہ وہ شخص ہے جس نے غزہ کو آزادی اظہار رائے دینے کے لئے نکالے گئے جلوس اور مظاہرے کے بعد ہزاروں گھروں کو ملیامیٹ کر کے درجنوں بستیاں تباہ کر دیں، وحشیانہ بمباری سے مساجد کو شہید کر دیا ہزاروں معصوم بچوں اور خواتین کو تہہ تیغ کیا گیا اور یہی وہ انتہاپسند شخص ہے جو مسجد اقصیٰ میں مسلمانوں کو خدا کے سامنے سجدہ کرنے کو برداشت نہیں کر سکتا۔

آزادی اظہار رائے کے دعویدار اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو وہ آئندہ شمارے میں ہولوکاسٹ کا کارٹون شائع کریں یا اس حوالے سے کوئی کالم شائع کرنے کی ہمت کریں۔ یورپ میں ہولوکاسٹ کی استہزا کرنا منع ہے۔ اسی طرح نسل پرستی پر بولنا یا لکھنا بھی ممنوع ہے۔ مگر مغربی اخبار و رسائل اسلام و محمد عربی ﷺ کی (نعوذ باللہ) کھلے عام توہین کرتے ہیں۔" سوال یہ ہے کہ مغربی میڈیا نے اسلام کو طنز و تشنیع کا نشانہ کیوں بنا رکھا ہے؟ مغرب نے سلمان رشدی شیطان کی شیطانی آیات کی کتاب کو آزادی اظہار رائے قرار دیا، ان کو سر کے لقب سے نوازا گیا اور برطانیہ میں اعزازی مکان اور دیگر مراعات بھی دیں، ڈنمارک، ناروے، ہالینڈ، امریکہ اور فرانس میں قران پاک کی توہین کی گئی

تربیت کار کہاں ہیں؟

محمد فرہاد جانباز

یہ ایک بھیانک نظریہ ہے۔ جو معلومات کی عدم دستیابی، حقیقت سے ناآشنائی اور مال و زر کی چکاچوند سے پیدا ہوا ہے۔

کیا واقعتاً ایسا ہی ہے کہ جن لوگوں نے اپنی زندگیاں اللہ کے لیے وقف کر دی ہیں، انہیں روزگار کا مسئلہ ہوتا ہے؟ مالی حوالے سے ان کا بیک گراؤنڈ کمزور ہوتا ہے؟ وہ دنیا کے دھتکارے ہوتے ہیں، اس لیے حالات کے جبر سے پناہ ڈھونڈنے کے لیے خانہ جنگی کے شکار اسلامی ممالک کا رُخ کر لیتے ہیں؟ قلم کی حرمت داغ داغ اور دیانت کا تقدس پامال کرنے والے ایک صاحب کا فرمان ملاحظہ کیجیے! وہ کسی گمنام ڈاکیومنٹری کی بنیاد پر مجاہدین کی زندگیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دنیا بھر میں بڑھتے ہوئے معاشی و سماجی مسائل لوگوں میں دنیا سے چھٹکارا پانے کی سوچ پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لاعلمی کی وجہ سے کئی افراد اپنے جابرانہ مسائل سے جان چھڑانے کے لیے جہاد کے نام پر ایسی جنگوں کا ایندھن بننے پر تیار نظر آتے ہیں، جن کا جہاد اور اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ خاص طور پر عراق، لیبیا اور شام جیسے ممالک، جن میں سماجی و معاشی مسائل حد سے بڑھ چکے ہیں۔ یہاں مفاد پرست ٹولہ اسلحہ بردار بے روزگار نوجوانوں کو اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔"

انہوں نے اپنی بات کو وزن دار بنانے کے لیے مغرب کی تیار کردہ ڈاکیومنٹری کے ایک جملے کو بہ طور دلیل لکھا ہے۔ جس میں ایک لمبی زلفوں والے ایک خوب صورت نوجوان "ابرہیم المذواگی" نے ایک سوال پر جہاد میں شرکت کی وجہ بتاتے ہوئے کہا: "میرے خاندان کا شمار برطانیہ کی مڈل کلاس میں ہوتا ہے۔ تاہم ہماری فیملی نے زندگی بھرپور جد جہد میں گزاری ہے۔ مَیں برطانیہ کی ایک یونی ورسٹی سے گریجویٹ ہوں۔ اکیس سال کی عمر تک ملازمت کے حصول میں ناکام رہا ہوں۔ لہذا لندن کی زندگی میں میرے لیے کشش کا کوئی سامان نہیں ہے۔ اس لیے اب مَیں بقیہ زندگی جہاد میں صَرف کرنا چاہتا ہوں۔"

ڈاکیومنٹری میں ابراہیم سے ایک سوال یہ بھی کیا گیا تھا: "یہ بتائیں کہ جہاد کیا ہوتا ہے؟" جس پر فاضل کالم نگار نے اپنے "مخصوص فن کا تڑکا" لگاتے ہوئے ابرہیم کا جواب نقل کیا ہے کہ "اس سوال پر ابرہیم چونک گیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں ہے۔ دوبارہ اس سے یہی سوال کیا گیا، وہ پھر بھی کوئی جواب نہ دے سکا۔ تیسری دفعہ ابراہیم نے بڑا ہی مضحکہ خیز جواب دیا۔ اس نے کہا: "امریکی صدر اوباما کے خلاف لڑنا جہاد ہے۔" کالم نگار نے 'منظر نگاری' کا فن استعمال کرتے ہوئے مزید لکھا ہے: "لیکن پھر وہ ہنس کر بولا کہ معاف کرنا، میرے ذہن میں جواب نہیں آرہا۔ لیکن وہ چوتھی کوشش میں وہ بولا کہ اللہ کے دشمنوں سے لڑنا جہاد ہے۔"

میرا ایک سوال ہے: کیا کوئی معمولی خرد و دانش والا انسان ایسی مضحکہ خیز ڈاکیومنٹری کو "سچ" مان سکتا ہے؟ ڈاکیومنٹری کا انداز اور فاضل کالم

نگار کا مخصوص طرز چیخ چیخ کر بتا رہا ہے کہ مغرب کو جھوٹ گھڑنے اور این جی اوز کے نمک خوار طبقے کو جھوٹ پھیلانے میں خاص ہنرمندی حاصل ہے۔ کالم نگار نے ڈاکیومنٹری کا ایڈریس نہیں دیا۔ بالفرض اس کا وجود مان بھی لیا جائے تو اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ فلمی کرداروں کو میک اپ کروا کر اسکرین کا حصہ نہیں بنایا گیا؟ یہ ایک حیرت انگیز مجاہد ہے، جو جہاد کے لیے لندن کی سرد بہاریں تج کر شام میں بشار الاسد کے خلاف لڑائی کا حصہ بنا ہے، لیکن اسے جہاد کی تعریف نہیں آتی! یہ کیسے مان لیا جائے کہ ایک آدمی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے اپنے ملک سے اجنبی دیس میں حالات سدھارنے آیا ہے، لیکن وہ یکسر کسی نظریے سے عاری ہے۔ جب وہ جواب دینے کی کوشش کرتا ہے تو اس کی زبان سے معقولیت سے بے نیاز مضحکہ خیز جملے پھسل کر باہر آجاتے ہیں۔ آرام دِہ بحث خانوں میں بیٹھ کر اسلام کی تشریح ایسی ہی ہوتی ہے۔ جہاد کا اصل مفہوم وہ لوگ سمجھانے کی کوشش میں ہیں، جن کو مسلمان کے ہاتھ میں تھامی ہوئی "دفاعی گن" تو نظر آجاتی ہے، لیکن کسی اسلام دشمن کے ہاتھ میں چلتے فاسفورس بم نظر نہیں آتے!!

دراصل ہوتا یہ ہے کہ مغربی طاقتوں کی پشت پناہی سے چلنے والی این جی اوز کی جانب سے غیر نظریاتی مسلمان دانش وروں کو ادائیگیاں کی جاتی ہیں، جو اپنے قلم یا زبان کا فن بروئے کار لاتے ہوئے دین کے لیے قربانیاں دینے والوں کو یہ سمجھانے لگ جاتے ہیں کہ موجودہ جہاد کے پھیلاؤ کا اصل سبب کوئی دوقومی نظریہ یا اسلام و کفر کا مسئلہ نہیں ہے، بلکہ معاشی کس مپرسی، ملازمت کا عدم حصول اور زندگی سے اُکتاہٹ ہے۔ اس لیے حکمرانوں کو روزگار کے مواقع پیدا کرنے کی طرف متوجہ ہونے کی ضرورت ہے اور مسلم نوجوانوں کو بھی ہوش کے ناخن لینے چاہئیں۔ وہ اپنے اطراف میں نظر رکھیں کہ انہیں کون اپنے مذموم مفاد کے لیے استعمال کرنا چاہ رہا ہے؟ ان دانش وروں کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا ایک سبب دین کا علم نہ ہونا بھی ہے۔

> تمام تعلیمی اداروں کو اپنا کردار نبھانے کی اشد ضرورت ہے۔ کسی بھی تربیت کار کے زیرِ نگرانی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے والے نوجوان امت کی امانت ہیں۔ وہ مسلم قوم کے معمار ہیں۔ ان کی تربیت فرض ہے۔ اگر کوئی یہ کام نہیں کر سکتا تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ تربیت کاری کے عہدے سے دست بردار ہو جایا جائے۔ امت کا پہلے ہی اتنا لہو بہہ گیا ہے کہ اب اس کے پاس گنوانے کے لیے کچھ نہیں بچا۔

بیئرِ معونہ کی لڑائی میں ایک صحابی حضرت حرام رضی اللہ عنہ کو عامر بن طفیل نے نیزہ مارا جس سے وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ بعد ازاں ان کی شہادت واقع ہوگئی۔ روح پرواز کرتے وقت ان کی زبان سے جو الفاظ ادا ہورہے تھے، وہ ایسے کالم نگاروں کے لیے سوچنے سمجھنے کی کئی راہیں کھولتے ہیں۔ "فزت و رب الکعبۃ!!" کعبہ کے رب کی قسم! مَیں کامیاب ہو گیا ہوں۔ اسی طرح ایک غزوے کے اختتام پر ایک صحابی نے مالِ غنیمت کی خرید و فروخت میں بہت نفع کمایا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! مَیں آج بہت نفع میں رہا ہوں۔ مَیں نے غنیمت کے مال کی خریدوفروخت سے اتنا نفع کمایاہے، اس سے پہلے ایسا موقع نہیں آیا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا مَیں اس سے بھی زیادہ نفع کی چیز نہ بتاؤں؟ صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی! ضرور ارشاد فرمائیے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: ذکر کیا کرو!!! ان دانش وروں کے لیے واضح رہنا چاہیے کہ اللہ و رسول، ان کی تعلیمات، روحانیت اور جنت کو ہی سب سے بڑی حقیقت سمجھنے والوں کے نزدیک روزگار اور نفع کا معیار کچھ اور ہے۔ (إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُم بِهِ وَذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ)

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں اوران کے مالوں کو جنت کی قیمت پر خرید لیا ہے۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتے ہیں پھر قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ (یہ) اللہ تعالیٰ کے ذمہ سچا وعدہ ہے تورات اور انجیل اور قرآن میں اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پھر تم خوشیاں مناؤ اس معاملے (خرید وفروخت) پر جو تم نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔“

(يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ أَلِيمٍ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ وَأُخْرَىٰ تُحِبُّونَهَا نَصْرٌ مِّنَ اللَّهِ وَفَتْحٌ قَرِيبٌ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَنصَارَ اللَّهِ كَمَا قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيِّينَ مَنْ أَنصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنصَارُ اللَّهِ فَآمَنَت طَّائِفَةٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكَفَرَت طَّائِفَةٌ فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ)

”اے ایمان والو! میں تم کو ایسی تجارت نہ بتا دوں، جو تم کو ایک درد ناک عذاب سے بچالے۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ پر اوراس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اورجان سے جہاد کرو۔ یہ تمہارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم سمجھ رکھتے ہو۔ (جب ایسا کرو گے تو) اللہ تعالیٰ تمہارے گناہ معاف کردے گا اورتم کو جنت کے ایسے باغات میں داخل کردے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور عمدہ مکانوں میں (داخل کرے گا) جو ہمیشہ رہنے کے باغوں میں (بنے) ہوں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے اورایک اور چیز (تمہیں دے گا) جس کو تم پسند کرتے ہو، یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اور جلدی فتح یابی اور آپ ایمان والوں کو بشارت دے دیجیے۔ اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ، جیسا کہ عیسیٰ ابن مریم (علیہ السلام) نے اپنے حواریوں سے فرمایاکہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میرا (تم میں سے) کون مدد گار ہے؟ وہ حواری بولے: ہم اللہ تعالیٰ (کے دین) کے مددگار ہیں۔ بنی اسرائیل میں سے کچھ لوگ ایمان لائے اور کچھ لوگ منکر رہے۔ پس ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت دی پس وہ غالب ہوگئے۔“

جب کہ دنیا، مال، مادیت اور سیم و زر کو پُرسکون زندگی کی ضمانت باور کرنے والوں کے نزدیک ملازمت اور معاش کا معیار کسی اور سوچ کی پیداوار ہے۔ اس لیے آپ کی خرد سے وہی متاثر ہوسکتا ہے، جس کا نظریہ نہ ہو یا وہ آپ ہی کے قبیلے کا فرد ہو۔ (زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ٥)

مرغوب چیزوں کی محبت لوگوں کے لیے مزین کردی گئی ہے۔ جیسے عورتیں، بیٹے، سونے اور چاندی کے جمع کیے ہوئے خزانے، نشان دار گھوڑے، چوپائے اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے اور اچھا ٹھکانہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

یہ مسلمانوں کو مسلمانوں کے ذریعے گم راہ کرنے کی سازش ہے!!! یہ ایک ایسا ہتھیار ہے کہ غریبانہ بیک گراؤنڈ رکھنے والا ہر غیر نظریاتی کارکن اس ہتھکنڈے کا شکار ہوجاتا ہے۔

دوسری جانب دینی یا جہادی راہ نماؤں کو اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ وہ دین سیکھنے والوں اور جہاد کا جذبہ رکھنے والے نوجوانوں کو نظریاتی تربیتی عمل سے گزاریں۔ نظریاتی تربیت کے فقدان سے ناقابل تلافی نقصانات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بندہ خود ایسے جذباتی نوجوانوں کا سامنا کر چکا ہے، جن کے سینے اسلام دشمنوں کے خلاف نفرت اور انتقام سے لبریز ہیں۔ لیکن جب وہ جہاد کی بات کرتے ہیں تو اس کی وجہ بتاتے ہوئے ان کا کہنا یہ ہوتا ہے کہ ”میں اس لیے جہاد کرنا چاہتا ہوں، کیوں کہ یہ میرا جذبہ ہے۔ بس یہ میرا شوق ہے۔“

یعنی وہ وجہ... جو اسلام نے جہاد فرض قرار دیتے ہوئے بیان کی ہے، اس کا کوئی ادراک نہیں ہوتا۔(اذن للذین یقاتلون بأنھم ظلموا وان الله علی نصرھم لقدیر) اُن لوگوں (مؤمنین) کو اجازت دے دی گئی ہے کہ وہ قتال کریں کہ ان پر ظلم ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ ان کی مدد پر قادر ہے۔(ولولا دفع الله الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض) اگر ہم بعض کو بعض کے ذریعے قتل نہ کرتے تو زمین فساد سے بھر جاتی۔ جنگِ قادسیہ کے فاتح حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نمائندہ رِبعی بن عامر رحمہ اللہ کا رستم کے دربار میں یہ قول سنہری الفاظ میں لکھے جانے کے قابل ہے: (والله جاء بنا لنخرج العباد من عبادۃ العباد إلی عبادۃ الله) اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ تعالیٰ ہمیں (تمہارے خلاف اس لیے نکالا) گیا ہے تاکہ ہم تمام بندگانِ خدا کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کی غلامی میں لے جائیں۔" اس حوالے سے تمام تعلیمی اداروں کو اپنا کردار نبھانے کی اشد ضرورت ہے۔ کسی بھی تربیت کار کے زیرِ نگرانی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہونے والے نوجوان امت کی امانت ہیں۔ وہ مسلم قوم کے معمار ہیں۔ ان کی تربیت فرض ہے۔ اگر کوئی یہ کام نہیں کر سکتا تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ تربیت کاری کے عہدے سے دست بردار ہو جایا جائے۔ امت کا پہلے ہی اتنا لہو بہہ گیا ہے کہ اب اس کے پاس گنوانے کے لیے کچھ نہیں بچا۔

تیسری طرف تمام مسلمانوں کو اپنے اِردگرد کے حالات پر نظر رکھنی چاہیے۔ کیا معلوم ہمارا کون سا کلمہ گو بھائی اپنی غربت کی وجہ سے کسی ایمان کے لٹیرے کے ہاتھوں اپنی سب سے اہم پونجی لُٹا بیٹھے۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے: کاد الفقر ان یکون کفرا۔ قریب ہے کہ فقر کفر میں مبتلا کر دے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور فرمان ہے: وہ کامل مؤمن نہیں ہے، جو خود تو پیٹ بھر کے کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکے پیٹ سوئے۔" جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی تو وہ اللہ کے کلام کے روحانی بوجھ سے گھبرا گئے تھے۔ وہ اسی گھبراہٹ کے عالم میں گھر تشریف لائے تو امی خدیجہ رضی اللہ عنہ نے تسلی دیتے ہوئے تاریخی الفاظ ارشاد فرمائے: "خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔ بلاشبہ آپ تو صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ ناتوانوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں۔ دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں۔ آپ مہمان نوازی فرماتے ہیں۔ آپ حق بجانب امور میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔" اس میں آپ خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایک مسلمان کی مدد کی کتنی فضیلت ہے۔ یعنی جب اماں خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی اللہ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا چاہتی ہیں تو ان کے تمام ذاتی و روحانی فضائل سے ہٹ کر ان کی غریب پروری کی بنیاد پر اللہ کے رحم کی امید دِلا رہی ہیں۔ بھلائی کا یہ کام اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے دشمن ہمارا ایمان تک لوٹ لینا چاہتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے کہ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اسے بے یار و مدد گار چھوڑ کر دشمن کے سپرد نہیں کرتا۔ جو اپنے مسلمان بھائی کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہو، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری فرماتا ہے۔ جو کسی مسلمان کی کوئی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی پریشانی دور فرمائے گا۔" یہ اجتماعی اخوت، باہمی خیر سگالی اور خود کفالت کا ایک بے مثال طریقہ ہے۔ اگر اسے تمام مسلمان بھائی دین کی حفاظت اور امت کی بھلائی کے نام پر اختیار کر لیں تو امت کی پریشانیاں ختم نہیں تو کم ضرور ہو سکتی ہیں۔

یقیناً یہ بھی جہاد میں حصہ لینے کا ایک طریقہ ہے۔ یہ ایک دعوت ہے۔ ایک فرض ہے۔ زخم خوردہ امت کی صدا ہے۔ وہ کون ہے، جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے زخموں پر مرہم رکھے گا؟؟!

مغرب کی تہذیبی یلغار

عبدالغفار غریب

ظاہر ہے کہ فوجی یلغار پر بڑے اخراجات آتے ہیں۔ بھاری جانی نقصان بھی اٹھانا پڑتا ہے۔ جو ممالک اقتصادی اور عسکری میدان میں سب سے آگے ہیں، عقیدے اور تہذیب کے لحاظ سے بھی مستحکم ہیں، ان کے علاوہ باقی ممالک فوجی یلغار کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ہمارے ملک پر مغربی ممالک کی یلغار کے پیچھے بڑے مقاصد کار فرما ہیں۔ اقتصادی ہدف حاصل کرنے کے علاوہ فکری اور تہذیبی مقاصد بھی ان کی لسٹ میں شامل ہیں۔ ذیل میں ان کی عسکری مہم جوئی کے اخراجات اور تہذیبی جنگ کے اخراجات کا موازنہ پیش کیا جاتا ہے۔

1... ٹی وی چینلز اور ریڈیو: افغانستان پر امریکی یلغار کے بعد ٹی وی چینلوں کی تعداد 50 اور ریڈیو چینلز کی تعداد 100 سے تجاوز کر گئی ہے، جو ملک کی آبادی، اقتصادی صورت حال اور معاشرتی ماحول کی ترقی کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتی۔ ایک صاحب نے خوب کہا کہ "امریکی یلغار کے بعد افغانستان میں برساتی مینڈکوں کی بھر مار ہوگئی ہے۔ کیوں کہ اتنی بڑی تعداد میں چینلوں کو افغان عوام کے مسائل اجاگر کرنے کے لیے نہیں، بلکہ قابض افواج کے مفادات کے تحفظ اور ان کے پروپیگنڈے کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ ان میں سے چند ادارے توبراہ راست قابض ممالک کی ملکیت ہیں۔ جن میں بی بی سی، آزادی ریڈیو، وائس آف امریکا، مشال، ڈیوہ، المان وغیرہ سرفہرست ہیں۔ ان کے ذریعے دن رات جو نشریات پیش کی جاتی ہیں، وہ ہماری تہذیب اور ثقافت سے کوئی میل نہیں کھاتیں۔ بلکہ ہماری درخشاں روایات اور ملی اقدار کو مسخ کرنے کی مہم کا حصہ ہیں۔ جب کہ کچھ چینلز ظاہری طور پر افغانیوں کے ہیں، لیکن ان کی نشریات پر مغربی جاسوسی ادارے اثر انداز ہو چکے ہیں، ہمارے اینکر پرسنز انہیں افغان عوام کے خیرخواہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے ان چینلوں کی نشریات ان کی مرضی کے مطابق پیش کی جاتی ہیں۔

2... اخبارات ورسائل: یہ بھی ان کا ہی حصہ ہیں۔ سیکڑوں اخبارات و رسائل شائع ہو رہے ہیں، جو مغربی تہذیب اور ثقافت کی اہمیت کو بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں۔ اپنے ملک کو درپیش مشکلات اور عوام کے مسائل سے انہیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ ان میں ایسے مضامین اور کالمز شائع ہو رہے ہیں، جن کی افغان معاشرے میں یکسر کوئی گنجائش نہیں ہے۔

3... تعلیمی سرگرمیاں: امریکن یونی ورسٹی، فہیم قسیم یونی ورسٹی اور ملک بھر میں سیکڑوں پرائیویٹ تعلیمی ادارے قائم کیے گئے ہیں۔ جن میں جرنلزم، ہنر اور حقوق سے متعلق نصاب شامل ہیں۔ ایک جانب اس میں مغربی جمہوری اقدار کی اہمیت کو اجاگر کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے، جس کے تحت ہمارے ہزاروں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ان کی تربیت میں زیر تعلیم ہیں اور دوسری جانب چند ایک کے سوا تمام پرائیویٹ تعلیمی ادارے مغربی طرز تعلیم سے آراستہ ہیں، جو مغربی ممالک کے مالی تعاون اور مشوروں پر چل رہے ہیں۔ اس کے علاوہ فوج اور پولیس کو تربیت دینے کے تعلیمی ادارے اور اکیڈمیز تو براہ راست قابض افواج کی نگرانی اور تسلط میں ہیں، جن میں افغان روایات اور تہذیب کا نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تمام تعلیمی اداروں کا نصاب بنانا بھی قابض ممالک کے دائرہ اختیار میں ہے۔ کیوں کہ وہ درسی کتب اور مواد فراہم کرنے کے لیے مالی تعاون کر رہے ہیں۔ اس لیے نصاب

بھی ان کی مرضی کے مطابق بنایا جاتا ہے۔

4... ورکشاپس اور سیمینارز: یہ بھی ایک ذریعہ ہے، جس سے مغرب اپنا ہدف حاصل کر رہا ہے۔ ملک کے بڑے شہروں میں وسیع پیمانے پر تربیتی کورسز کے نام پر ورکشاپس اور سیمینارز کا انعقاد کیا جاتا ہے، لیکن یہ کورسز انجینئرنگ، صحت اور صنعت سے متعلق نہیں، بلکہ عورتوں پر تشدد، انسانی حقوق اور جمہوریت کی اہمیت و افادیت کے موضوع پر منعقد کیے جاتے ہیں۔ مہنگے ہوٹلوں میں ان سیمیناروں کے انعقاد پر کافی اخراجات آتے ہیں۔ جن میں بڑی رقم کرپشن کی نذر بھی ہوتی ہے۔

5... سیاسی اور تمدنی اثرات: سیاسی جماعتوں اور سول سوسائٹی کے نام پر این جی اوز کے تنخواہ دار لوگوں سے بھی مغرب اپنی تہذیب کے پرچار کا کام لے رہا ہے۔ امریکی یلغار کے بعد سیکڑوں سیاسی پارٹیاں معرض وجود میں آئیں اور سول سوسائٹی کے نام پر این جی اوز کے لوگ سرگرم عمل ہیں، جو مغربی جاسوسی اداروں کے مالی تعاون اور مشوروں سے ان کی تہذیب کی ترقی کے لیے صف اول کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ مغرب کے کارندے اس طریقے سے جرگوں اور حکومتی اداروں میں اپنے نمائندے شامل کر رہے ہیں، جن کے ذریعے وہ حکومتی معاملات پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔

6... خواتین اوران کے حقوق: مغرب کے لیے یہ بہت وسیع میدان ہے۔ ہمارے ملک کے بڑے شہروں میں کچھ لوگوں کو ورغلایا گیا ہے اور اپنی مکروہ چال میں پھنسا کر شیطانی مقاصد حاصل کیے جا رہے ہیں۔ وہ اس منصوبے پر بہت بڑی رقم خرچ کر رہے ہیں۔ میڈیا کو یہ موضوع دیا گیا ہے۔ کورسز، سیمینارز، فلمیں، ڈرامے اور درجنوں ادارے افغان خواتین کو گمراہ کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں۔ اس سلسلے میں خصوصی عدالتوں کا قیام، ہر صوبے اور بعض اضلاع میں عورتوں کے لیے "امن رہائش گاہیں" تفریحی پارکس اور رنگین پروگرامز کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ ملک کے طول و عرض میں مختلف این جی اوز کی جانب سے عورتوں کی بہتری سمیت مختلف حیلوں بہانوں سے ان کی معاشی حالت بہتر کرنے اور عورتوں پر تشدد کرنے کے واقعات کی روک تھام کے بہانے ایسا ماحول بنایا جا رہا ہے، جو ہمارے دینی، تہذیبی اور معاشرتی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رکھتا ہے۔ وہ ہمارے معاشرے سے حیا اور حجاب کو ختم کرنے کے درپے ہیں۔ ہمارے گھریلو ماحول کو ختم کر کے لندن اور پیرس کی برہنہ عورتوں کے ماحول کے خواہاں ہیں۔ مغرب کے یہ عزائم بلاشبہ خطرناک ہیں۔ کیوں کہ افغان عوام اگرچہ اقتصادی لحاظ سے کمزور ہیں، لیکن حیا اور پاک دامنی کے حوالے مظبوط لوگ ہیں۔ ان کی تعلیم کی شرح کم ہے۔ وہ اپنی سادہ تشخص کی وجہ سے دشمن کی سازشوں اور چالوں سے بے خبر ہیں اس لیے مغرب کی تہذیبی جنگ سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ بلاشبہ ان پر اس کے اثرات ضرور پڑیں گے۔ یہاں تک جن لوگوں کا مذکورہ اداروں سے کوئی تعلق نہیں ہے، وہ بھی لباس اور وضع قطع سے مغرب کی پیروی کر رہے ہیں۔ مثلاً: جب پہلے لوگ ڈاڑھی منڈواتے تھے تو بڑی بڑی مونچھیں رکھ لیتے تھے۔ یہاں تک کہ کمیونسٹ لوگ بھی مونچھیں رکھتے تھے، لیکن اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ بڑی تعداد میں ہمارے نوجوان ڈاڑھی منڈاتے اور مونچھیں کتراتے ہیں۔ انگریزوں کے قدم بہ قدم چلنے اور ان کی سی شکل اختیار کرنے کو پسند کرنے لگے ہیں۔

اس بنیاد پر ہمارے علمائے کرام، تمام مذہبی جماعتیں اور میڈیا سے تعلق رکھنے والے اسلامی ذہن کے حامل لوگوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ مغرب کی ان کوششوں سے غافل نہ رہیں۔ بلاشبہ یہ وحشیانہ بمباریوں، بڑے لشکروں اور فوجی اڈوں کے قیام سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اسلامی تحریک کے تمام بہی خواہ اس حوالے سے منظم اور مؤثر کام کریں۔ جتنا ممکن ہو سکے، کوشش کریں کہ تمام اداروں اور مراکز میں مضبوط شرعی و عقلی دلائل کے ساتھ افغان عوام کو مغرب کی ان خطرناک کوششوں سے محفوظ رکھیں۔ ان کے اداروں میں اسلامی ذہن کے حامل لوگوں کو داخل کیجیے اور جتنا ممکن ہو سکے، ان سے اسلام کی اشاعت اور تحفظ کا کام لیا جائے۔

شہید زوی

تیرہ سالہ دہشت گردی: مقاصد کیا ہیں؟

مغربی دنیا نے امریکا کی قیادت اسلامی افغانستان پر جارحیت کا آغاز تو کہا جانے لگا کہ اس جنگ کا مقصد دہشت گردی کا خاتمہ ہے۔ چوں کہ مغربی جارح قوتیں امریکا جیسے سپر پاور کے ہاتھ میں تھی، اس لیے حملہ آور فریق طاقت کے لحاظ سے بہت برتر تھا۔ وہ اپنی مادی قوت پر مغرور تھا۔ دنیا اس سے بہت مرعوب تھی۔ کسی نے یہ جرأت نہیں کی کہ اس سے پوچھا جائے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ دہشت گرد کون ہیں؟ کن خطوں میں جنگ لڑی جائے گی؟ کون سے علاقے کب تک میدان جنگ بنے رہیں گے؟

ان سوالات کے واضح جواب ابہام کے پردوں میں چھپائے گئے تھے۔ اسلامی دنیا بہت کمزوری کی حالت میں تھی۔ ان سوالات کے جواب طلب کرنے کی جرأت کسی میں نہیں تھی۔ دنیا کی کسی دوسری قوت نے امریکا کے ان مذموم عزائم کی راہ میں رکاوٹ بننے کے لیے یہ سوالات اٹھائے اور نہ جنگ کی اجازت مرحمت فرمانے والے اقوام متحدہ نے یہ سوالات ضروری سمجھے۔ انتہائی تعجب کی بات تو یہ ہے کہ اس جنگ کو تیرہ سال ہوگئے ہیں، مگر جس مقصد کے لیے یہ جنگ شروع کی گئی تھی، اب تک وہ پوری طرح معلوم نہیں کیا جاسکا اور نہ اس کی تعریف متعین کی جاسکی ہے۔ اتنا بڑا اتحاد اور پھر اتنی طویل لڑائی، مگر کچھ بھی حاصل کیوں نہیں ہوا؟

اس کیوں کا جواب بہت سادہ اور آسان ہے۔ سب جانتے ہیں کہ دہشت گردی کی تعریف متعین نہ کرنے کے پس پردہ بڑا ہدف تھا۔ اس طرح سے امریکا اور دیگر مغربی جارحیت پسندوں کے ہاتھ بہت کھلے رہتے ہیں۔ ان کی مرضی ہے، جس کو بھی دہشت گردی قرار دیں! جب گزشتہ افغان جہاد کی برکت سے سوویت یونین ٹوٹا ہے، تب سے مغربی قوتیں اسلام اور مسلمانوں کو واحد مقابل فریق اور دشمن کی نظر سے دیکھ رہی ہیں۔ وہ اپنے میڈیا کے ذریعے اسلام کو دہشت گردی اور مسلمانوں کو دہشت گرد ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں۔ جن اسلامی ممالک کے مدارس میں مسلمان بچوں کو دینی علوم سکھانے کا سلسلہ جاری ہے، ان مراکز کو دہشت گردی اڈے ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ درست رہنمائی کرنے والے علماء اور مسلمانوں، خصوصاً حق پرست علماء کو تشدد پسند اور بنیاد پرست جیسے القابات سے نوازا جاتا ہے۔

شرعی نظام کے لیے کی جانے والی تمام کوششوں، اپنے دین، سرزمین، جان، مال اور ناموس کی خاطر مقدس جنگ کو وحشت اور سربریت کہا جاتا ہے۔ مگر اس کے برعکس امریکا اور دیگر اتحادی ممالک نے افغانستان اور عراق جیسے اسلامی ممالک پر ناجائز جنگیں مسلط کرکے لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو مارا، گھروں پر بلاوجہ چھاپے مارے، جیلیں مسلمانوں سے بھردیں، جنازوں اور شادیوں کو بمباری کا نشانہ بنایا گیا۔ گاؤں کے گاؤں کھنڈرات میں تبدیل ہوگئے۔ اس سب کے باوجود ان کا کوئی بھی عمل دہشت گردی نہیں سمجھا جاتا؟ خلافت عثمانیہ کے ختم ہونے سے فلسطین برطانوی استعمار کے زیر تسلط آگیا۔ انگریزوں کی زیر سرپرستی دنیا کے کونے کونے سے بھاری تعداد میں یہودیوں کو فلسطین لاکر فلسطینیوں کی زمین پر آباد کیا گیا۔ بالآخر انہوں نے یہاں اپنی حکومت کا اعلان کردیا۔ اسرائیلی حکومت کے اعلان کے بعد سے آج تک تقریباً 7 عشروں سے فلسطین پر قبضے کا سلسلہ جاری ہے۔ لاکھوں فلسطینیوں کو اپنی زمینوں سے بے دخل کیا گیا اور شام، اردن اور لبنان سمیت دیگر ممالک کی جانب ہجرت کرنے پر مجبور کیا گیا۔ جوان، بوڑھے، بچے اور مرد وعورت کی تفریق کیے بغیر وحشیانہ اسرائیلی جیلیں بھرنے کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ اب بھی خواتین اور بچوں سمیت 15 ہزار سے زائد فلسطینی اسرائیل کی مختلف جیلوں میں اذیت کی زندگی گزار رہے ہیں۔

بات اسرائیلی جیلوں تک بھی محدود نہیں ہے، بلکہ اسرائیل کی قلم رُو سے باہر بھی فلسطینی مسلمانوں کو ہلاک کرنے کا سلسلہ جاری ہے۔ لبنان کے صابرہ اور شتیلا کے مہاجر کیمپوں کا غم دنیا کیسے بھول پائے گی!! 2007 کے بعد غزہ پر 3 بڑے حملے کیے گئے ہیں۔ ہر حملے میں ہزاروں بے گناہوں کا قتل عام ہوتا ہے۔ ہسپتال زخمیوں سے آباد ہوتے ہیں۔ گھر کھنڈرات میں تبدیل ہوتے ہیں۔ 2014 کی 8 جون سے 26 اگست تک سات ہفتوں پر مشتمل ان حملوں میں 570 بچے اور تقریباً 3 سو خواتین سمیت 2 ہزار 130 مسلمان شہید اور 11 ہزار زخمی ہوئے تھے۔ اقوام متحدہ کی جانب سے شایع ہونے والے اعداد وشمار کے مطابق بچوں اور خواتین سمیت 18 سو سے زیادہ

عام لوگ شہید ہوئے ہیں۔ اقوام متحدہ نے یہ بھی کہا تھا کہ شہید ہونے والے تمام افراد میں سے صرف 226 کا تعلق مسلح گروپ سے تھا اور شہید ہونے والوں میں سے 80 فیصد افراد عام لوگ تھے۔ اس بار اہل غزہ کو جانی نقصان کے علاوہ بڑا مالی نقصان بھی پہنچا ہے۔ غیر جانب دارانہ ذرائع کی جانب سے ہونے والے سروے کے مطابق غزہ کو کم از کم 5 کروڑ ڈالر کا نقصان پہنچا ہے۔ اسرائیلی فوجیوں نے بڑے پیمانے پر عمارتوں کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے، تاکہ بڑی تعداد میں فلسطینی اپنے علاقے چھوڑنے پر مجبور ہوں اور ان علاقوں میں حماس کی قوت مکمل طور پر ختم ہو کر جائے۔ دس ہزار گھر مکمل طور پر تباہ کیے گئے۔ تیس ہزار سے زیادہ گھروں کو جزوی نقصان پہنچا ہے۔ غزہ شہر کی 25 فیصد عمارتیں خاک میں مل گئیں۔ پانچ لاکھ شہری اپنا گھر چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ جب وہ اپنے گھروں کو واپس لوٹے تو ان کے گھروں کی جگہ مٹی کے ڈھیر تھے۔ غزہ کا واحد گریڈ اسٹیشن بھی اسرائیلی بمباری میں تباہ ہوگیا۔ پانی کی فراہمی کے نظام کو بھی بڑے پیمانے پر نقصان پہنچا۔ اسرائیل نے 110 مساجد، 83 اسکول اور 27 ہسپتالوں کو تباہ کر دیا۔ جنگی طیاروں نے صرف الشفا ہسپتال کو اسرائیلی 5 مرتبہ بمباری کا نشانہ بنایا۔ ہیگ کی عالمی عدالت اور جنیوا کنونشن کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جنگ میں عبادت گاہوں، تاریخی مقامات اور ہسپتالوں کو نشانہ نہیں بنایا جائے گا۔ جو ملک ایسا کرے گا، اس کے فوجی اور حکومتی حکام جنگی مجرم قرار دیے جائیں گے۔ اسرائیل کی اس مجرمانہ حرکات پر بان کی مون نے رسمی مذمت پر ہی اکتفا کیا۔ اس وحشت پر اقوام متحدہ، یورپی یونین، انسانی حقوق کی حفاظت کا ٹھیکے دار امریکا سب خاموش رہے۔ عالمی عدالت انصاف کہاں گئی؟ انسانوں کے درمیان دو طرفہ احترام، مذہبی آزادی اور انسانی مساوات کے نعرے کہاں گئے؟ سیکورٹی کونسل کہاں چلی گئی؟ اگر اسلامی دنیا میں کہیں غیر مسلموں کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھ جائے تو اقوام متحدہ، یورپی اتحاد اور انسانی حقوق کے تمام عالمی ادارے بہ یک آواز متحرک ہو جاتے ہیں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے اسلامی ممالک کی جغرافیائی تقسیم تک سے گریز نہیں کیا جاتا۔ جب کہ اسرائیل کے معاملے میں دوہرا معیار کیوں ہے؟ بلکہ امریکا نے اسرائیلی وحشی پن کو جائز قرار دیا ہے اور بار بار اسرائیل سے تعاون کے لیے آمادگی ظاہر کی ہے۔ امریکی صدر باراک اوباما اور یورپی اتحاد کے رکن ممالک نے تو کہا کہ اسرائیل کو اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔

تقریبا ڈھائی سال قبل وحشی بودھوں نے برما میں مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا، وہ سب دنیا کے سامنے ہے۔ یقینا مسلمانوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا اور نہ ہی اس کا کوئی بہانہ بنتا تھا، مگر برما کے مسلمانوں کو وہاں سے بے دخل کرنے کے لیے ایک منظم منصوبے کے تحت حکومتی سرپرستی میں خون خوار بودھوں نے مسلمانوں پر حملے شروع کر دیے۔ مسلمانوں کی املاک لوٹ لیں۔ سیکڑوں گاؤں، مدارس اور مساجد جلادیں۔ سب کو جنگلوں اور صحراؤں میں ہجرت پر مجبور کر دیا۔ بچے، بڑے، جوان، بوڑھے، خواتین مردوں سمیت سب کا بلاامتیاز قتل عام کیا۔ انہیں زندہ جلایا گیا۔ عالمی اداروں کے شایع کردہ اعداد و شمار کے مطابق بودھوں کے ہاتھوں شہید ہونے والے مسلمانوں کی تعداد 25 ہزار ہے۔ دس ہزار سے زائد زخمی ہوئے اور 5 ہزار سے زائد خواتین جنسی زیادتی کا نشانہ بنیں۔ مسلمان یہاں کے اصل شہری ہیں، جب کہ بودھ دیگر علاقوں سے نقل مکانی کر کے یہاں آئے ہیں۔ اسی بودھ حکومت اور عوام نے مسلمانوں کو یہاں سے بے دخل کرنے کے لیے مشترکہ طور پر وحشت ڈھائی۔ اسے دہشت گردی کیوں نہیں کہا جاتا؟ انسانی حقوق کا ٹھیکے دار امریکا اور دیگر مغربی دنیا کہاں چلے گئے ہیں؟

وسطی افریقہ کے ملک "کار" میں 2014 میں جس بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام ہوا، وہ پوری مسیحی دنیا کے لیے باعث شرمندگی ہے۔ اس قابل ہے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے بجائے خون بہایا جائے۔ 2013 میں مسلمانوں کی تنظیم "سلیکا" کو یہاں اقتدار ملا تھا۔ اس تنظیم کے ایک رہنما "میکال جوتودیا" اس ملک کا صدر بنا۔ مسلمانوں کو اقتدار ملنے کے بعد مسیحیوں کو ورغلانے کے لیے پورے مغرب خصوصا فرانس میں یہ پروپیگنڈا شروع کیا گیا کہ مسلمان اقتدار کے ذریعے اس ملک پر تسلط چاہتے ہیں۔ بس اس بات کا سامنے آنا تھا کہ مسلمانوں کی اگلی سات نسلوں تک کا خاتمہ کرنے کے لیے مسیحیوں نے مسلمانوں کے خلاف مسلح حملے شروع کر دیے۔ 5 دسمبر 2013 کو یہاں امن کے قیام کے لیے 1600 فرانسیسی فوجیوں کو بنگوی میں اتارا گیا۔ فرانسیسی فوجیوں کے ساتھ یورپی اتحاد کے ایک ہزار اور افریقی اتحاد کے 4 ہزار چار سو امن فوجی بھی یہاں آئے۔ اسی دباؤ کے نتیجے میں ملک کے صدر "میکال جوتودیا" کو 10 جنوری 2014 کو ملک میں امن کے قیام اور مسلمانوں پر حملے بند کرنے کی شرط پر استعفی دینے اور ملک سے باہر جانے پر مجبور کیا گیا۔ میکال جوتودیا نے الیگزینڈر فرڈیننڈ کی قیادت میں عبوری انتظامیہ بنائی اور خود مستعفی ہوگئے۔ حکومت عبوری انتظامیہ کو دی اور اس شرط پر حکومت ان کے حوالے کی کہ آزادانہ انتخابات کا انعقاد کیا جائے گا اور فوری طور پر وحشی عسکری تنظیم "اینٹی بلاکا" کی جانب سے حملے روکے جائیں گے، مگر افسوس کہ جب صدر کے استعفاء کے بعد اقتدار مسیحیوں کو ملا تو نہ صرف یہ کہ مسلمانوں پر ہونے والے حملے نہیں رُکے، بلکہ بیرونی فوجیوں کی چھتری تلے اور زیادہ منظم ہوگئے۔ فرانسیسی اور افریقی یونین کے فوجیوں نے مسلمانوں کی

جان ومال اور عزت کی حفاظت کے لیے کوششوں کے بجائے مسیحیوں کو اور زیادہ ظلم اور وحشت پر ابھارا۔ دارالحکومت بنگوئی سمیت ملک کے مختلف علاقوں میں ہزاروں کی تعداد میں مسیحی جتھے اسلحہ، چاقو، خنجر اور لاٹھیاں لیے مسلمانوں کی آبادیوں پر حملے کرتے رہے۔ بچے، بڑے، مرد اور عورت کے امتیاز کے بغیر گھروں کے اندر اور جان بچا کے بھاگتے ہوئے لوگوں کو راستوں میں انتہائی بے دردی سے قتل کیا۔ مقتول مسلمانوں کی نعشیں جلائی گئیں اور نعشوں کو کتوں کی طرح اپنی دانتوں سے نوچتے اور بھنبھوڑتے رہے۔ ان کا گوشت مزے لے لے کر کھاتے رہے۔

مشہور فرانسیسی اخبار "لافرانسو" نے اپنی ایک شائع کردہ رپورٹ میں اعتراف کیا ہے کہ فرانسیسی فوجیوں کی موجودگی میں محتاط اندازے کے مطابق دارالحکومت بنگوئی میں ہلاک ہونے والوں کی تعداد 10 ہزار تک پہنچ گئی ہے۔ دارالحکومت سے باہر ملک کے مختلف حصوں میں 5 ہزار سے زائد افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ حالانکہ مسلمان صدر کے استعفاء اور ملک بدری کی صورت میں مسیحی نمایندوں نے حملے نہ کرنے کا اطمینان دلایا تھا۔ اس ملک میں مقامی اسلامی تنظیم Islamic Humanitarian Assistance کے سربراہ شیخ احمد المثل نے ذرائع ابلاغ کو بتایا کہ فرانسیسی فوجیوں کی موجودگی مسلمانوں کے قتل عام نے بہت سے سوالات کھڑے کر دیے ہیں۔ عیسائی جتھوں نے مسلمانوں پر اس وقت کھلم کھلا حملے شروع کر دیے، جب فرانس، افریقی اتحاد اور اقوام متحدہ کی امن فوج یہاں آگئی۔ افریقی نمایندوں کی ثالثی میں مسلمان صدر نے استعفاء دیا۔ ایسا لگتا ہے یہ سب کسی پلان کے تحت ہورہا ہے۔ عالمی اداروں کی جانب سے نشر ہونے والی رپورٹوں کے مطابق مسلمان دارالحکومت سمیت ملک کے کسی بھی حصے میں اپنے گھروں میں نہیں رہے۔ وہ پڑوسی ممالک چاڈ اور کیمرون چلے گئے یا اپنے ہی ملک میں ادھر ادھر نقل مکانی کر گئے۔ بے گھر ہونے والے تمام لوگوں کی تعداد ایک ملین کے قریب ہے۔ صرف ملک کے ہوائی اڈے میں ایک لاکھ سے زائد مسلمان جمع ہو گئے ہیں۔ ہیومن رائٹس کے بہ شمول انسانی حقوق کی عالمی تنظیموں کا کہنا ہے کہ مسلمانوں کی املاک بڑی تعداد میں لوٹی گئی ہیں۔ ان کے گھر تباہ کیے جا رہے ہیں۔ انہیں ہجرت پر مجبور کیا جارہا ہے۔ اگر یہ سب کچھ اسی طرح جاری رہا تو بہت جلد یہ ملک مسلمانوں سے خالی ہو جائے گا۔ پھر یہاں مسلمان کے نام سے کوئی واقف نہیں ہوگا۔

آزاد ذرائع آل افریقا ڈاٹ کام نے اپنی ایک رپورٹ میں لکھا تھا کہ "مسیحی جتھے مسلمانوں کی گاڑیوں اور ٹرانسپورٹ ذرائع کو روک کر انہیں اتارتے ہیں۔ ان پر خنجر سے وار کرتے ہیں۔ ابھی ان کی سانس نہیں نکلی نہیں ہوتی کہ ان کے جسم سے گوشت الگ کر کے کھانے لگ جاتے ہیں۔ ان پر تیل ڈال کر جلاتے ہیں اور پھر گوشت وہاں موجود لوگوں کے سامنے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ آج کی متمدن دنیا میں بھی یہاں آدم خوری کا باب مکمل کر عروج پر پہنچ گیا ہے۔" عالمی ذرائع ابلاغ نے بھی اپنی اسلام دشمنی مکمل کر دکھا دی ہے۔ اس کو مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان لڑائی اور فسادات سے تعبیر کیا گیا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ آدم خوروں کا سربراہ "اوند جانگلور" مسلمانوں کے قتل کا نہ صرف اعتراف کرتا ہے، بلکہ اس پر فخر بھی کرتا ہے۔ پوری دنیا میں ایسا کوئی نہیں جو ان سے جرم کے بارے میں پوچھے اور ان کو سزا دلانے کا مطالبہ کرے۔ عالمی دنیا نے اس وحشیانہ ظلم پر خاموشی کیوں اختیار کی؟

مسلمانوں کا جہاد جو انسانی معاشرے کے لیے سراسر خیر ہے۔ اس میں انسانوں کو ناجائز طور پر چھوٹی سی تکلیف دینے کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ فطرت کے باغیوں کے علاوہ کسی کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا جاتا۔ یہ کفریہ دنیا جہاد کو دہشت گردی اور مجاہدین کو دہشت گرد قرار دیتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ کفار نے مسلمانوں کی نسل کشی کا پکا ارادہ کر لیا ہے۔ اسی لیے تو وسطی افریقا سے برما تک اور سنکیانگ سے فلسطین تک پوری بے دردی سے مسلمانوں کا ایسا قتل عام جاری ہے، جیسے یہ بالکل انسان ہی نہیں ہیں، مگر خوش قسمتی یہ ہے کہ جہاں اسلامی دنیا پر مسلط حاکم بے حسی اور جفاکاری کا شکار ہیں، وہاں مسلمان نوجوان غفلت کی نیند سے جاگ رہے ہیں۔ دشمن کے تمام حیلوں، مکر وفریب اور سازشوں سے واقف ہیں۔ اس کی روک تھام کے طریقوں سے واقف ہیں۔ دینی احساس سے لبریز، اسلامی غیرت سے بھرپور ان جوانوں نے دین، دینی شعائر اور ناموس سے وفاداری اور ان کی حفاظت کے لیے ناقابل فراموش تاریخ مرتب کی ہیں۔ اسلامی دنیا کی اجتماعی بے حسی نے انہیں مایوس نہیں کیا ہے۔ انہیں یقین ہے کہ فتح حق اور صداقت کی ہوتی ہے۔ آخری فتح اسے حاصل ہوگی، جسے قدرت کی حمایت حاصل ہوگی۔ مسلمان نوجوانوں نے گولیوں اور بموں کی بارش، بارود کے طوفان، بھوک، قحط، تباہیوں اور ہجرتوں میں زندگی گذارنا سیکھ لیا۔

گزشتہ تین ہفتوں میں قائدین سمیت لاکھوں مسلمانوں نے اپنی جانیں پیش کی ہیں۔ خطے کے مسلمانوں کے لیے ذلت سے نکلنے کا ایک راستہ دکھایا ہے۔ آج ہر بچے کے کانوں میں جہاد اور شہادت کی آوازیں گونج رہی ہیں۔ عظیم مائیں اپنے بچوں کو اسلام، دینی شعائر، قوم، وطن اور سرزمین کے دفاع کا درس دیتی ہیں۔ مسلمانوں میں اپنی آزادی کا احساس بڑھتا جارہا ہے۔ ہر مسلمان یہ نعرہ لگا رہا ہے کہ وہ اپنی جان سے گزر جائے گا، مگر اپنی سرزمین پر کفار کا ناپاک قبضہ برداشت نہیں کرے گا۔

افغانستان میں امریکی شکست یقینی ہے

ہارون بلخی

یہ بات سوفیصد درست اور ہر دور پر صادق آتی ہے کہ "تاریخ کا سبق یہ ہے کہ اس سے کوئی سبق نہیں سیکھتا" دنیا کی بڑی طاقتیں تو اریخ کے کسی بھی دور میں موجود رہی ہوں لیکن انہوں نے سبق سیکھنے سے زیادہ سبق سکھانے میں دلچسپی دکھائی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ زمانے کے الٹ پھیر کا معمولی سا جھٹکا انہیں تاریخ کی عبرت گاہ میں پہنچاتا رہا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ہر وہ پالیسی اور اقدام جو بیرونی یا اندرونی دباؤ کا نتیجہ ہو یا جسے جذبات، غصے اور انتقام کے جذبے کے تحت اختیار کیا جائے، وہ تباہ کن ہوتا ہے۔

دورِ حاضر میں اس کی بدترین مثال وہ ردعمل ہے، جو امریکا نے ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر ہونے والے حملوں کے ردعمل کے طور پر افغانستان میں اختیار کیا۔

امریکہ اور برطانیہ نے کھربوں ڈالر اس بے معنی جنگ پر خرچ کیے، لیکن نتیجہ صفر نکلا۔ اس سب کے باوجود امریکا اور نیٹو افواج کو ذہنی اور سیاسی و عسکری دونوں قسم کی شکست کا سامنا ہے۔

امریکی جنگ کے نتیجے میں افغانستان میں تقریباً ایک لاکھ ۲۰ ہزار سے زیادہ افراد موت کے گھاٹ اُتار دیے گئے ہیں۔

اس کے ساتھ ہی استعماری افواج نے ظلم کی نئی داستانیں رقم کرنا شروع کر دیں جلے ہوئے جسم، کٹی پھٹی لاشیں، شہداء کی اجساد کی کھلے عام بے حرمتی وغیرہ ویڈیوز اور تصاویر کی صورت میں دنیا کے سامنے آئی، جن سے ہر باضمیر شخص کانپ اٹھا۔ اس کے علاوہ جنگی قیدیوں سے بھیانک سلوک، بے گناہ شہریوں پر ہولناک مظالم کی داستانیں رقم ہو کر بگرام سے گوانتاناموتک سنے گئے اور دنیا آج تک بے حس بنی ہوئی ہے اور اپنی نظریں چرا رہی ہیں۔

افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کی ناکامیوں کی ایک اور بڑی وجہ استعماری افواج کی جانب سے عام افغان شہریوں کی قتل و غارت ہے۔ افغان دیہاتوں اور قصبوں پر اندھی بمباری، نیز ارزگان، ننگرہار اور کنڑ جیسے صوبوں میں شادی کی تقریبات پر ہوائی حملے، ملک کے مختلف حصوں مثلاً صوبہ قندھار کے علاقے پنجوائی میں خواتین اور بچوں کا قتل عام اور ایسے ہی دوسرے واقعات افغانستان میں غاصب فوجوں کے خلاف انتہائی منفی رائے عامہ تشکیل پانے کا باعث بنے ہیں۔ غاصبوں کے خلاف عوام کی نفرت نے مجاہدین کا اثرورسوخ بڑھادیا اور انہیں سرگرمیوں میں اضافہ کرنے کا زینہ فراہم کیا ہے۔

مغربی طاقتوں کی جانب سے اپنے نام نہاد جمہوری اور سیکولر نظام کو افغانستان پر تھونپے جانے پر حد درجہ اصرار اس بات کا باعث بنا ہے کہ مغربی ممالک عملی طور پر افغانستان میں امن و امان کی بحالی میں ناکامی کا شکار ہوئیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی جمہوری نظام بہت زیادہ قومی اور مذہبی اعتراضات کا شکار ہے۔ امریکہ نے افغانستان پر مغربی ڈیموکریسی تھونپنے کیلئے اس قدر عجولانہ اقدامات کئے ہیں کہ گذشتہ برس روسی وزیر خارجہ نے بھی اس پر اپنا شدید ردعمل ظاہر کیا ہے۔

اگرچہ 2001ء میں افغانستان پر غاصب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جانب

سے فوجی حملے کے آغاز کے وقت امریکہ اور یورپی ممالک کی عوام کی اکثریت نے اس حملے کی حمایت کا اعلان کیا تھا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ عوام حقائق سمجھنے لگے اور جب یہ جنگ طولانی ہونے لگی تو مغربی عوام کی رائے بھی تبدیل ہو گئی۔ حال ہی میں شائع ہونے والی سروے رپورٹس کے مطابق مغربی عوام میں افغانستان پر غیر ملکی فوجیوں کے قبضے کی حمایت انتہائی کم ہو کر نہ ہونے کے برابر رہ گئی ہے۔

دوسری جانب افغانستان میں استعماری افواج کی شروع کردہ جنگ میں شکست کی بڑی وجہ بڑھتے ہوئے مالی اخراجات اور جانی نقصانات ہیں۔ 2001ء میں امریکہ اور اس کے اتحادی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ افغانستان کی جنگ امریکی تاریخ کی طولانی ترین جنگ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اس جنگ کا طولانی ہونا یقینی طور پر بھاری اخراجات اور عظیم جانی نقصانات کے ہمراہ ہے۔ اس بارے میں ہارورڈ یونیورسٹی کے کینیڈی اسکول نے اپنی 2013ء کی رپورٹ میں اعلان کیا ہے کہ عراق اور افغانستان کی جنگیں امریکی تاریخ کی مہنگی ترین جنگیں قرار پائی ہیں۔ اس رپورٹ کے مطابق ان دو جنگوں میں ہونے والے اخراجات کا تخمینہ 4 سے 6 کھرب ڈالر کے قریب لگایا گیا ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان دو جنگوں نے ہر امریکی گھرانے پر 75 ہزار ڈالر کے اخراجات کو تحمیل کیا ہے۔

اسی طرح برطانیہ کے ایک معتبر تھنک ٹینک Royal United Services Institute (RUSI) نے اپنی تازہ ترین رپورٹ میں کہا ہے کہ افغانستان اور عراق کی جنگوں میں برطانیہ کی مداخلت پر اس ملک کا 30 ارب پاونڈ کا خرچہ آیا ہے، جو ہر برطانوی گھرانے کیلئے ایک ہزار پاونڈ کے برابر ہے۔

صدر اوباما کی طرح امریکہ کی عسکری قیادت بھی واضح طور پر اعتراف کر رہی ہے ہیں یہ جنگ مزید کئی سال تک جاری رہے گی اور نیم فوجی، غیر تربیت یافتہ گروہوں کے سامنے دنیا کی سب سے طاقتور فوج بے بس ہے۔ سابق انٹیلی جنس افسر جم گورلے کے مطابق "اب یہ بات ناقابل تردید انداز میں واضح ہو گئی ہے کہ امریکی فوج اپنا ایک بھی اسٹریٹجک مقصد پورا نہیں کر پائی۔ جنگ ہماری فوجوں کی بدترین شکست پر منتج ہوئی ہے"۔

فروری /2010ء کو استنبول میں افغان مسئلہ کے متعلق کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں نیٹو رکن ممالک سمیت 42 ملکوں کی سربراہاں اور مندوبین نے شرکی، اور اس بات پر زور دیا گیا کہ طالبان معاشرے کا حصہ ہیں اور انہیں الگ کر کے افغان مسئلے کا حل تلاش نہیں کیا جاسکتا۔ کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے اس وقت کے امریکی جنرل برائے افغانستان جنرل میک کرسٹل نے کہا کہ " افغان مسئلے کا فوجی حل ممکن نہیں ہے اور یہ کہ مزید افواج کے افغانستان کے میدان جنگ میں اتارنے کے منصوبے کو مسائل کا پائیدار حل نہیں سمجھنا چاہیے۔

خلاصہ یہ کہ افغانستان میں امریکی سامراج کی شکست عراق سے بھی زیادہ شرمناک ہے۔ یہ امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ بن چکی ہے اور دوسری عالمی جنگ سے چار گنا زیادہ عرصے سے امریکی فوجیں افغانستان میں مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنتے رہیں۔ 14 سال بعد امریکی صدر اوباما نے سامراجی سفارت کی روایتی لچھے دار زبان میں فرمایا ہے کہ "جنگ ذمہ دارانہ طریقے سے منطقی انجام کو پہنچ رہی ہے۔" یہ جملہ جتنا بے معنی ہے اسی قدر بیہودہ بھی ہے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد جنگی حکمت عملی کے تحت 2001 میں طالبان نے جو ظاہری پسپائی اختیار کی تھی، آخرکار ان کی یہ حکمت عملی بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ طالبان کو غیر متحد، منتشر اور جنگی حکمت عملی سے نابلد اور عقل و خرد سے عاری قرار دینے والے ہی آج ان کی بہادری اور جرأت کی داستانیں لکھنے پر مجبور ہیں۔

واضح رہے کہ افغانستان کی سرزمین پر 19 ویں اور 20 ویں صدی میں برطانیہ اور سابق سوویت یونین کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ اب 21 ویں صدی امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ایک اور شکست دیکھے گی۔ ان شاء اللہ

خیبر آپریشن کی سرمائی لہر

حبیب مجاہد

امارت اسلامی کی جانب سے گذشتہ موسم بہار کے آغاز میں خیبر آپریشن کے اعلان کے ساتھ ہی اس مبارک آپریشن کا آغاز کیا گیا، تب سے لے کر اب تک یہ آپریشن پورے ملک کے ہر صوبے میں بہت شدت کے ساتھ جاری ہے، جس کی برکت سے ملک کے طول وعرض میں وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا ہو چکا ہے۔

خیبر آپریشن کے نتائج کی جس طرح توقع کی جارہی تھی نتائج اس سے زیادہ بڑھ کر تھے، کیونکہ جہاد کے گذشتہ تیرہ سالہ تاریخ میں یہ آپریشن کفار اور ان کے کاسہ لیسوں کیلئے سب سے تباہ کن ثابت ہوا۔ جس میں مجاہدین نے کئی قابل ذکر فتوحات حاصل کیں، اور دشمن کو رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس آپریشن کا جس پرجوش جذبے سے آغاز کیا گیا تھا نتائج بھی طوفانی اور فتوحات سے مالامال تھے۔

آپریشن کے دوران انتخابات اور کچھ دوسرے مخصوص اوقات میں حملوں میں پانچ سے دس گنا اضافہ دیکھنے کو ملا، ایسا وقت بھی آیا جب کابل میں فدائی حملے روز کا معمول بن گئے، جارحیت پسند جو شہروں کو اپنے لئے محفوظ سمجھتے تھے یہاں بھی غیر محفوظ ہوگئے جس کی وجہ سے جارحیت پسند یہاں سے بھی فرار ہونا شروع ہوئے یہاں تک کے بیلجیم جیسے ملک نے اپنے سفارتی نمائندوں کو افغانستان سے نکال کر اپنا سفارت خانہ ہی بند کر دیا۔

اس تحریر میں ہم خیبر آپریشن کے طویل اور طوفانی لہر کا تذکرہ نہیں کررہے بلکہ صرف موسم سرما میں جب ملکی وادیاں برف کے سفید چادر میں ملبوس ہوتی ہیں اور درجہ حرارت نقطہ انجماد سے نیچے گر جاتا ہے پر ایک طائرانہ نظر ڈالی ہے۔

اس سے قبل جب موسم بہار اور موسم گرما میں مجاہدین کے حملوں سے دشمن پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوجاتا تو ان کے ترجمان میڈیا پر بیانات جاری کرتے کہ یہ طالبان کے حملوں کیلئے سازگار موسم ہے، ان کے نزدیک طالبان کا جنگی موسم اپریل سے شروع ہوکر نومبر یا دسمبر میں اختتام پذیر ہوتا ہے۔ ان مہینوں میں اگر مجاہدین دشمن کو کسی بھی قسم کا شدید جانی و مالی نقصان پہنچادیں، تو دشمن میڈیا پر اپنی ناکامی چھپانے کیلئے اسے طالبان کے وقتی اور موسمی حملوں سے تعبیر کرتے ہیں اس لئے اس قسم کے نقصانات پر سیخ پا ہونے کی بجائے خاموشی اختیار کی جاتی ہے۔

موسم سرما جسے دشمن مجاہدین کے خلاف آپریشن کیلئے سازگار قرار دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود مجاہدین کی کاروائیاں پورے ملک میں جاری ہیں، جس نے دشمن کو فرار اور دفاعی پوزیشن پر آنے کیلئے مجبور کیا ہے۔

صرف گذشتہ ماہ جنوری میں مجاہدین نے جو کاروائیاں کی ہیں۔ ان حملوں کی شہ سرخیاں مندرجہ ذیل ہیں۔

کندز کے علاقے خان آباد میں مجاہدین کے حملے میں 14 قومی ملیشیا کے اہلکار ہلاک اور 12 زخمی ہوگئے 7 بڑے قصبے فتح اور بھاری مقدار میں اسلحہ اور گولہ بارود بھی مجاہدین کو غنیمت کے طور پر ملے۔

خوست میں پولیس اکیڈمی پر فدائی حملے میں 25 اہلکار ہلاک ہوئے، ہلمند کے علاقے نوزاد میں ضلعی پولیس ہیڈ کوارٹر میں پولیس میں بھرتی ہونے والے ایک مجاہد نے آئی جی پولیس سمیت ضلعی ہیڈ کوارٹر کے تمام فوجیوں کو موت کی نیند سلادیا، لغمان کے مرکز اور علینگار میں وحشی محلی پولیس کے سربراہ سمیت 15 مغربی کاسہ لیس پولیس ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

لشکر گاہ میں پولیس قافلے پر فدائی حملے کے نتیجے میں دشمن کی گئی گاڑیاں تباہ اور 18 پولیس اہلکار ہلاک ہوئے۔ کابل میں ہوائی اڈے کے قریب قصبے کے علاقے میں جہاں بڑی تعداد میں غیر ملکی رہائش پذیر ہیں ایک بارود بھری گاڑی کے ذریعے فدائی حملہ کیا گیا جس میں غیر ملکی فوجیوں سمیت متعدد ملکی کاسہ لیس اہلکار ہلاک ہوئے۔ فاریاب کے علاقے قیصار میں دو روزہ شدید جھڑپوں کے نتیجے میں وسیع علاقے دشمن سے چھین لئے گئے، اس کے علاوہ 17 اہلکار بھی جان کی بازی ہار گئے۔ کابل کے ہوائی اڈے کے اندر ایک مجاہد اہلکار احسان اللہ نے امریکی اہلکاروں پر اچانک حملہ کیا جس کے نتیجے میں 3 امریکی اہلکار ہلاک اور 4 زخمی ہوئے۔ ننگرہار کے مختلف اضلاع لعل پورہ، غنی خیل اور نازیان میں کئی چیک پوسٹ فتح اور وسیع علاقوں سے دشمن کا صفایا کیا ان کارروائیوں میں دشمن کو بھاری جانی نقصانات بھی اٹھانا پڑے اسی طرح کندہار میں بھی پولیس پر شہیدی حملے کے نتیجے میں 25 پولیس اہلکار ہلاک اور بڑی تعداد میں اہلکار زخمی بھی ہوئے۔

مندرجہ بالا اہم کاروائیاں جس میں دشمن کو بھاری مالی نقصانات بھی اٹھانے پڑے یہ رواں سال کے جنوری کے وسط اور فروری کے آغاز میں ہوئے ہیں۔

ان کاروائیوں کے اعداد وشمار کو اگر دیکھا جائے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ خیبر آپریشن موسم سرما میں بھی شدت کے ساتھ جاری ہے۔ اور سرد موسم سے اس کی کمیت اور کیفیت پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

مذکورہ چند مثالوں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ جہادی کارروائیاں پورے ملک میں یکساں طور پر جاری ہیں جس سے دشمن کے وہ پروپیگنڈے جھوٹے ثابت ہوتے ہیں جو کہتے ہیں کہ مجاہدین ملک کے محدود علاقوں میں موجود ہیں اور ان کی کارروائیاں چند علاقوں تک محدود ہیں۔

خیبر آپریشن جس کے نتیجے میں ملک کے بیشتر علاقوں سے غیر ملکی افواج پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہوئے، متعدد اضلاع مجاہدین نے فتح کر ڈالے، مقناطیسی بموں کے دھماکے ملک کے دارالحکومت کابل سے دوسرے شہروں تک پہنچے یہاں تک کہ دشمن کے اعلیٰ عہدیداروں میں خوف میں مبتلا ہوگئے ہیں، اور ہرات کی طرح بڑے شہروں میں دشمن کو موٹر سائیکلوں پر گشت کیلئے مجبور کیا، ایک اور کامیابی یہ ملی کہ اس سے قبل دشمن موسم سرما کو اپنی آرام سکون کا موسم سمجھتا تھا لیکن اب اس سرد موسم میں بھی مجاہدین نے انھیں سکھ کا سانس لینے نہیں دیا اور ہر وقت فدائی مجاہدین کی یلغار، بارودی سرنگوں کے دھماکے اور مارٹر گولوں کے حملے ان کا استقبال کرتے ہیں۔

ہندوستان اور امریکا!

بشیر

مشترکہ دوستی و دشمنی کا قدر مشترک کیا ہے؟

یہ توقع تو پہلے سے تھی کہ امریکی صدر اوباما ضرور بالضرور ہندوستان کے یوم جمہوریت کی تقریب میں شرکت کریں گے۔ اور پھر یہی ہوا انہوں نے اپنی اہلیہ سمیت ایک اعلیٰ سطحی وفد کے ساتھ ہندوستان کا سفر کیا اور نئی دہلی میں ہندوستانی حکومت کے مخصوص مراسم میں شرکت کی۔

میڈیا رپورٹوں کے مطابق سیاہ فام اوباما نے ہندوؤں پر مہربانیوں اور انعامات کی بارش کر دی اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ اہم اقدامات پر اتفاق بھی کیا گیا۔ معلوم ہوا کہ کفر واقعی ایک ملت ہے۔ اوبامہ نے ہندوستان کو جدید ترین ایٹمی ٹیکنالوجی کے شعبے میں تعاون پر آمادگی کے ساتھ ساتھ اقوام متحدہ کے سکیورٹی کونسل میں ہندوستان کو دائمی رکنیت دینے کی حمایت ظاہر کی۔ اس کے علاوہ ڈرون طیارے کی تیاری اور اسلحہ بنانے کے معاہدے پر بھی دستخط کیے گئے۔

نئی دہلی نے نریندر مودی کے ساتھ ایک پریس کانفرنس میں کہا:

ہندوستان امریکا کا بہترین دوست ہے۔ دونوں ایک دوسرے کے معاون اور مشترکہ کوششوں کے لیے تیار نظر آتے ہیں اور مستقبل میں ہندوستان عالمی امن کے امور میں نمایاں کردار ادا کرنے کے قابل ہوگا۔ انہوں نے تجارت کے حوالے سے ہندوستان کی موجودہ ترقی کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ بھارت کی ترقی اور استحکام کی جانب اہم قدم ہے۔

اوباما نے یہ یاد دہانی بھی کرادی کہ ہندوستان اور امریکا دو بڑے جمہوری اتحادی ممالک ہیں۔ انہوں نے علانیہ طور پر بھارت کی ایٹمی ٹیکنالوجی کی صلاحیت بڑھانے کے لیے اپنی حمایت کا اعلان کیا اور اس حوالے سے بھارت کے ساتھ دائمی تعاون کا معاہدہ بھی کیا۔

مبصرین کے مطابق ایسا لگتا ہے کہ بھارتی وزیر اعظم امریکا سے اپنے ملک کے لیے مطالبات تسلیم کروانے میں کامیاب رہے ہیں کیوں کہ امریکا کی جانب سے ایٹمی پلان کی نگرانی کے حوالے سے امریکا اپنے پرانے مطالبے سے دستبردار ہوگیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ امریکا بھارت کے حوالے سے پسپائی کو تیار ہے۔

سیاسی تجزیہ کار ہندوستان اور امریکا کی حالیہ قربت کو ایشیائی ممالک کے لیے امریکا کی جارحانہ سیاست اور تزویراتی سفارت کاری کے نئے مرحلے کا پہلا مرحلہ سمجھتے ہیں اور لگتا ہے اس کے لئے امریکا خطے میں ہندوستان کی بالادستی اور مضبوطی کی سٹریٹیجی پر یقین رکھتا ہے۔ سیاسی، اقتصادی اور عسکری میدانوں میں اسے مضبوط کرے گا اور انہیں مقاصد کی خاطر اسے سلامتی کونسل میں اسے مستقبل نشست دینے کی لالچ دی جارہی ہے۔

یہ بات یقینی ہے کہ امریکا کے اس اقدام سے کئی ممالک میں خدشات بڑھ جائیں گے۔ ان ممالک اور ہندوستان کے درمیان علاقائی رقابتیں بڑھ جائیں گی اور ایک دوسرے پر حملوں کے لیے اسلحہ کے دوڑ پھر شروع ہو جائے گی۔

امریکا جن ممالک کے مقابلے میں ہندوستان کو مضبوط کرے گا وہ یوں ہی سر بہ زانو نہیں بیٹھے رہیں گے۔ وہ اپنا ردعمل ضرور ظاہر کریں گے۔ جس سے خطہ ایک بار پھر سرد جنگ کے خطرناک گرداب میں لپٹ جائے گا۔

مختصر یہ کہ بھارت اور امریکا کی قربت سے ہندوستان کو یہ موقع ملے گا کہ وہ خطے میں اپنی چوہدراہٹ کے پرانے خوابوں کی تکمیل کرے گا۔ مگر یہ بھی بہت واضح ہے کہ یہ ہندوستان کے حریفوں کے لیے کبھی اطمینان بخش صورتحال نہ ہوگا۔

ہندوستان کشمیر میں مسلمان علیحدگی پسندوں سے جنگ میں مصروف ہے اور وہاں مسلمانوں پر زمین تنگ کی جارہی ہے۔ اب تک 2 لاکھ کشمیری مسلمان شہید اور 2 لاکھ کے قریب زخمی ہوئے ہیں۔ جبکہ تیس لاکھ کے قریب لوگوں کو اپنے گھروں

سے ہجرت پر مجبور کیا گیا۔ جب وہ سلامتی کونسل کا رکن بنے گا اور ویٹو پاور حاصل کرلے گا پھر تو وہ ٹھنڈے دل اور کھلے بندوں سب کچھ کرتا رہے گا۔ اور کشمیر کی جنگ اور بھی شدید ہوجائے گی۔

دوسری طرف پاکستان جو خود کو نہ صرف مسئلہ کشمیر کا حامی کہتا ہے بلکہ کشمیری عوام کی وکالت کا دعوی بھی کرتا ہے ہندوستان کے مقابلے میں کبھی خاموش نہیں بیٹھے گا۔

اسی طرح چین بھی جو اس وقت دنیا کی بڑی اقتصادی قوتوں میں شمار ہوتا ہے امریکا کی یہ پیش قدمی اس کے لیے بھی ناقابل برداشت ہوگی۔ اور چین بھی جانتا ہے کہ امریکا کے ان تمام اقدامات کا مقصد کیا ہے۔ ایسے وقت میں چین بھی اپنا مخالف رد عمل دکھائے گا۔ اور یہ واضح ہے کہ چین اور ہندوستان کے درمیان تبت کے مسئلے کی وجہ سے ان کے تعلقات پہلے بھی خراب تھے۔ اب صورتحال اور بھی خراب ہوجائے گی۔ ان کے درمیان بداعتمادی اور بدظنی مزید بڑھے گی۔ ممکن ہے ان کے درمیان بات علانیہ کشمکش تک پہنچ جائے۔ اور یہی امریکا کا سب سے بہتر مقصد ہے۔

امریکیوں کا ایک اور بڑا مقصد روس کے عالمی کردار کو ختم کرنا ہے۔ یوکرائن کے مسئلے پر روس اور امریکا کے درمیان اختلاف کے بعد امریکا کا ارادہ ہے کہ روس کا عالمی موقف کمزور کردے۔ جو روس کے لیے قابل تسلیم نہیں ہے۔ روس بھی امریکا اور ہندوستان کے درمیان تعلقات کو شک کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ جس کی وجہ سے ہندوستان کے اثرورسوخ کو ختم کرنے کے لیے وہ چین اور پاکستان کے ساتھ تعلقات بڑھائے گا۔ اسی لیے امریکا چاہتا ہے چین کی اقتصادی برتری کو بریک لگادے اور روس کی عالمی حیثیت کا خاتمہ کردے اور اس کی جگہ بھارت کو دے۔

یہی وجہ ہے کہ ہر جگہ یہ تاثر پھیلا ہوا ہے کہ امریکا ایشیا میں اپنے مفادات اور سیاست کی چوکیداری پر بھارت کو تعینات کرنا چاہتا ہے اور خطے کے اقتصادی توازن کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے۔

ان سب کے علاوہ امریکا کے سامنے یہ بھی ہے کہ اپنے بعد افغانستان میں بھارت کو کردار دلانے کے لیے زمین ہموار کرے۔ امریکا کی جانب سے اس بات کا انکشاف کیا جانا کہ وہ مزید فوج افغانستان بھیجنا چاہتا ہے۔ اگر واقعتا امریکا یہ سب کچھ کرنا چاہتا ہے تو ممکن ہے بھارت بھی امریکا کے اس حکم پر لبیک کہے۔ اگرچہ افغانستان کے لوگوں کو بھی بھارت کے کردار کے حوالے سے کوئی خوش فہمی نہیں ہے کیوں کہ ہندوستان افغانستان سے بہت دور واقع ہے۔ اور پھر اجتماعی طور پر افغانوں کی اکثریت بھارت سے تعلقات کو ناپسند کرتی ہے۔ اور نہ ہی افغانستان میں بھارت کو دوست کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح ماضی میں افغانوں سے بھارت کے کسی تاریخی تعاون یا ہمدردی کی مثال بھی نہیں ملتی۔ بلکہ اس کے برعکس بھارت نے ہمیشہ افغانستان پر ہونے والی جارحیت کی حمایت کی ہے۔ اس سے قبل جب سوویت یونین نے افغانستان پر جارحیت کردی تھی بھارت نے اس کی بھرپور حمایت کی اور آج جب امریکا نے جارحیت کی ہے تب بھی وہ امریکا کا حامی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مجموعی طور پر افغان عوام ہندوستان سے اپنی قربت نہیں چاہتے۔

ہندوستان اور امریکا کے درمیان دوستی کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہندوستان افغانستان میں امریکی جارحیت کی مضبوط حمایت کرتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ امریکا اسے افغانستان میں کردار دینے کو تیار ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ امریکا اور بھارت کے مشترکہ حریف چین نے افغانستان میں دیگر تمام ممالک کی بہ نسبت زیادہ سرمایہ کاری کی ہے۔ ہندوستان میں افغانستان کو کردار دینے کا مقصد چین کے سامنے رکاوٹیں ڈالنا ہے۔

مگر یہ بات واضح ہے کہ افغانستان میں کردار ادا کرنے بھارت کا انتخاب امریکا کا دانشمندانہ فیصلہ نہیں ہے۔ کیوں کہ ہندوستان ایسا ملک ہے جو دیگر بہت سے علاقائی مسائل اور نفرتوں سے دوچار ہے۔ بالخصوص اسلامی دنیا بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ بھارتی حکومت کے رویے کو وحشیانہ سمجھتی ہے۔ کشمیری مسلمانوں کے ساتھ بھارتی حکومت کا جارحانہ رویہ اور مظالم دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے اذیت ناک ہیں۔ بابری مسجد کے انہدام کے دردناک حادثے کا غم اب تک مسلمانوں کے دلوں میں تازہ ہے۔ ریاست گجرات میں نریندر مودی کے مظالم سے دنیا کا ہر مسلمان باخبر ہے۔ اس لیے یہ امید رکھنا کہ بھارت امریکا کو افغانستان میں فتح دلادے گا عالم بیداری میں خواب دیکھنے کے مترادف ہے۔

ماہرین کے مطابق امریکا اور بھارت کے درمیان تعلقات کو وسعت دینے کا بڑا سبب یہ بھی ہے کہ دونوں مسلمانوں کی دشمنی میں ایک دوسرے کے حلیف ہیں۔ نریندر مودی کے آنے سے یہ دوستی مزید مضبوط ہوئی۔ اس دوستی کی مضبوطی سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ شخص جس کے ہاتھوں پر مسلمانوں کا خون ہے وہ امریکا کا دوست ہے۔ نریندر مودی کی اسلام دشمنی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ وہ دل سے مسلمانوں سے شدید بغض رکھتا ہے۔

وہ امریکا جس نے کبھی مودی کو امریکا آنے کے لیے ویزہ بھی جاری نہیں کیا تھا۔ آج اسلام دشمنی کے کردار کے بدلے امریکا اسے اپنے دوست کا لقب دے رہا ہے۔ مسلمان حکمرانوں کو یہ بات رکھنی چاہیے کہ امریکا اور ہندوستان کے تعلقات میں اسلام دشمنی اور مسلمانوں کا قتل بنیادی نکتہ اور قدر مشترک ہے۔ یہی دو چیزیں ان کے درمیان تعلقات میں اطمینان اور اعتماد کا ضامن ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر سیاسی، عسکری اور اقتصادی مسائل کی حیثیت ثانوی ہے۔

تحریر: سید سعید

جنگی جرائم [جنوری 2015ء]

رواں سال 4 جنوری 2015ء کو صوبہ کاپیسا کے دارالحکومت کے قریب کورہ تاج میں رکن پارلیمنٹ حبیب افغان کی جانب سے تین شہریوں [میرزا احمد، افاگل اوران کا بھائی] کے گھر جلائے گئے۔

6 جنوری کو صوبہ کنڑ ضلع مانوگی کے علاقے شوڑیک میں قابض افواج کے ڈرون حملہ میں دو افراد [سلطان سید اوران کا بیٹا] شہید ہو گئے۔

6 جنوری کو صوبہ ہلمند ضلع نوزاد کے علاقے شغزو کاریز میں افغان فورسز نے مقامی آبادی کی جانب راکٹ فائر کیا جو محمد صادق کے گھر پر جا گرا جس میں ایک معصوم بچہ شہید ہوا جبکہ ایک بچی سمیت تین خواتین زخمی ہوئیں۔

6 جنوری کو صوبہ دایکنڈی ضلع گیزاب کے علاقے خلج میں پولیس کی فائرنگ سے گیارہ سالہ لڑکی شہید ہو گئی۔

9 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع بٹیہ اگام کے زمر خیل، مورگی، لنڈہ خیل، قلعہ لٹی اور قلعہ شورلا میں قابض افواج نے افغان فورسز سے مل کر چھاپہ مارا، اس دوران انہوں نے دو شہریوں کو شہید اور تین سو افراد کو حراست میں لیا جن میں 57 نوجوانوں کو نامعلوم مقام پر منتقل کر دیا گیا اور باقی افراد کو تشدد کا نشانہ بنانے کے بعد رہا کر دیا گیا، عینی شاہدین کے مطابق چھاپے دوران مقامی لوگوں کے گھروں سے قیمتی چیزیں بھی چوری کی گئی ہیں۔

10 جنوری کو صوبہ پکتیکا کے صوبائی دارالحکومت کے قریب کلی بلوخیل حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک شہری کو تشدد کا نشانہ بنا کر شہید کر دیا۔

12 جنوری کو صوبہ خوست ضلع صبری کے مضافات میں پولیس کی فائرنگ سے تین بچیاں زخمی ہوئیں۔

12 جنوری کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے غبرگون میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے خیال محمد کے گیارہ سالہ معصوم بچہ فدا محمد کو گھر سے اٹھا کر مسجد کے سامنے بے دردی سے شہید کر دیا۔

16 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع حصارک کے علاقے سیاو میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک شخص کو شہید کر دیا۔

17 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع لعل پوری کے علاقے چکنور میں قابض افواج کے ڈرون حملے میں تین افراد شہید ہو گئے۔

17 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع چپرہار کے علاقے ماژو میں پولیس کی فائرنگ سے تین افراد زخمی ہو گئے۔

18 جنوری کو صوبہ پکتیکا ضلع یحیٰ خیل کے بازار میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے ایک شخص [شہاب الدین ولد جلال الدین] کو اپنی دکان میں شہید کر دیا۔

19 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع خوگیانو کے علاقے وزیر میرزا خیل میں قابض افواج کی بمباری سے دو خواتین، ایک بچہ سمیت پانچ افراد شہید ہو گئے۔

26 جنوری کو صوبہ تخار ضلع خواجہ غار کے علاقے گورتیپہ میں افغان فورسز نے آپریشن کے دوران ایک شخص شہید اور ایک کو زخمی کر دیا۔

26 جنوری کو صوبہ ہرات ضلع شینڈنڈ کے علاقے مسکین آباد میں پولیس نے ایک شہری شہید کر دیا۔

26 جنوری کو صوبہ ننگرہار ضلع درو داتو کے ملنگ، قلعہ بانڈہ اور حصار شاہی کے علاقوں میں افغان فورسز نے ڈیڑھ سو افراد کو جن میں جوان اور بوڑھے شامل تھے، شام تک قلعہ میں قید کر رکھا تھا جن پر تشدد بھی کیا گیا اس دوران فورسز نے گھروں میں داخل ہو کر قیمتی زیورات اور نقد رقم لے اڑے۔

28 جنوری کو صوبہ فراہ ضلع بالا بلوک کے علاقے خواجہ خذر اور شیوان میں افغان فورسز کے راکٹ حملے میں دس افراد زخمی ہو گئے۔

31 جنوری کو کابل کے علاقے قابل بائی میں پولیس نے فرانس میں گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کے خلاف مظاہرے پر فائرنگ کر دی جس کے نتیجے میں دو افراد شہید اور تین زخمی ہو گئے۔

31 جنوری کو صوبہ غزنی ضلع شلگر کے علاقے علم خیل میں حکومتی حامی ملیشیا کے اہلکاروں نے غلام سخی نامی شخص کے گھر پر چھاپہ مارا، اس کے بھائی عبداللہ کو گھر سے نکال کر باہر شہید کر دیا۔

اقتباسات: [بی بی سی، آزادی ریڈیو=افغان اسلامک خبر رساں ادارہ=پژواک، خبریال، لراوبر، نن ټکی ایشیا اور بینوا ویب سائٹس]

احمد فارسی

افغانستان جنوری 2015 میں

نوٹ! اس تحریر میں صرف ان واقعات کی جانب اشارہ کیا گیا ہے جس کا دشمن نے اعتراف کیا ہے۔ دشمن کے ہونے والے نقصانات کے صحیح اعداد وشمار الامارہ اور دیگر خبری ویب سائٹوں پر ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

نئے سال 2015 کے پہلے مہینے میں گذشتہ کی طرح اس ماہ بھی مجاہدین نے بہت سی کامیابیاں حاصل کیں۔ بہت سی فتوحات ہوئیں۔ ان واقعات میں دشمن کو جان ومال کے بہت سے نقصانات اٹھانے پڑے۔ سیاسی میدان میں دشمن کی واضح شکست ان کی ایک شدید ناکامی تھی۔ ذیل میں دیے گئے عنوانات کے تحت ان نقصانات اور واقعات کی تفصیل دی گئی ہے۔

جارحیت پسند دشمن کے نقصانات:

جارحیت پسند دشمن کو جارحیت کے آغاز سے اب تک شدید نقصانات کا سامنا کرنا پڑا۔ باوجود اس کے کہ دشمن نے ہمیشہ اپنے حقیقی اعداد وشمار کی تفصیل دینے سے گریز کیا ہے اور ہمیشہ اپنے میڈیا کے ذریعے ان نقصانات کی تفصیل دینے سے احتراز کیا ہے۔ مگر حقائق چھپائے نہیں جاسکتے۔ حال ہی میں اگرچہ جارحیت پسندوں نے اپنے اکثر اڈے خالی کر دیے ہیں۔ اور ان کے انخلاء کی وجہ سے ان کے جانی نقصانات کم ہوگئے ہیں۔ مگر اس کے باوجود وہ اپنے ہونے والے حملوں اور نقصانات کے صحیح اعداد وشمار نشر کرنے سے گریز کرتا ہے۔

30 جنوری کو دشمن کی صف میں موجود ایک مجاہد نے دارالحکومت کابل کے ہوائی اڈے میں 3 امریکی فوجیوں کو مار ڈالا۔ اس واقعے کو چھپانے میں دشمن ناکام رہا۔ اس تحریر میں آگے مذکور واقعات اور حوادث میں آپ جان لیں گے کہ جارحیت پسندوں کی ہلاکتوں اور زخمیوں کی تعداد ان کے اعترافات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔

ہمارے باوثوق اور تحقیقی اعداد وشمار کے مطابق جنوری کے پہلے مہینے میں کم از کم 15 جارحیت پسند مجاہدین کے حملوں اور کارروائیوں میں ہلاک ہوگئے۔

گذشتہ سال 2014 میں جارحیت پسندوں نے صرف 75 فوجیوں کی ہلاکت کا

اعتراف کیا۔ جس میں 55 امریکی، 6 انگریز اور بقیہ فوجی دیگر ناٹو ممالک کے ہیں ۔ مجموعی طور پر تیرہ سالہ جنگ کے دوران اب تک 3485 خارجی فوجی ہلاک ہوئے ہیں۔

داخلی دشمن کے نقصانات:

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے کہ خارجی فوجیوں کے فرار اور نسبتا محفوظ مراکز تک منتقلی کے بعد داخلی دشمن کے نقصانات پہلے سے بڑھ گئے ہیں۔ باوثوق رپورٹوں کے مطابق روزانہ کم از کم 10 فوجی ضرور دشمن کے حملوں میں ہلاک ہوتے ہیں ۔ جن کی مثالیں نمونے کے طور پر آپ کے سامنے پیش کریں گے۔

4 جنوری بروز اتوار لوگر کے ضلع برکی برک میں مجاہدین کے حملے کے دوران اربکیوں کا کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ اسی روز ایک واقعے میں غزنی ضلع قرہ باغ میں کرائم افسر اور قندوز ضلع امام صاحب میں دو اربکی کمانڈر ہلاک ہوگئے۔

7 جنوری بروز بدھ ننگرہار جلال آباد میں پولیس سربراہ سمیت دیگر کئی پولیس افسران ہلاک ہوگئے۔ دشمن کی صف میں مجاہدین کے اس حملے میں ضلعی پولیس سربراہ شدید زخمی ہوگیا۔ اسی روز ضلع خوست میں بھی پولیس ہیڈکوارٹر میں شعبہ تعلیم کا افسر ہلاک ہوگیا۔

13 جنوری بروز منگل ہلمند ضلع گرمسیر میں اربکیوں کا کمانڈر ہلاک ہوگیا۔ اس واقعے کے تین روز بعد 16 جنوری کو فاریاب میں المار کا پولیس سربراہ مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔

24 جنوری بروز منگل ہلمند مرکز میں پولیس کمانڈر نامعلوم افراد کی فائرنگ سے ہلاک ہوگیا۔ اسی ماہ کی 26 تاریخ کو کابل کے سیشن کورٹ کا ایک جج مجاہدین کے حملے میں ہلاک ہوگیا۔

72 جنوری بروز منگل دشمن کے دو کمانڈر اور 13 فوجی فاریاب ضلع قیصار میں مجاہدین کے حملوں کا نشانہ بنے۔ دو روز بعد صوبہ لغمان میں پولیس ہیڈکوارٹر کے کرائم افسر سمیت 16 اہلکار ہلاک ہوگئے۔

اور اس ماہ کا آخری واقعہ 27 جنوری کو ہرات میں پیش آیا جہاں ایک مقامی کمانڈر اور اس کے چند محافظ مجاہدین کے گھات حملے میں ہلاک ہوگئے۔

خیبر آپریشن:

مجاہدین کی کامیاب کاروائیاں اور دندان شکن آپریشن گذشتہ کی طرح اب بھی جاری ہیں۔ ملک کے طول وعرض میں پوری کامیابی سے یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ گذشتہ جنوری کے مہینے میں دشمن کے خلاف درجنوں آپریشن دشمن کے اہم مراکز پر ہوئے۔ جس کے نتیجے میں دشمن کو بہت سے جانی ومالی نقصانات پہنچے۔

3 جنوری بروز ہفتہ قندوز ضلع امام صاحب میں مجاہدین نے ایک بڑی کارروائی کی جس میں دشمن کے اپنے اعتراف کے مطابق کئی پولیس اور حکومتی اہلکار ہلاک اور زخمی ہوگئے اور اس صوبے کے اکثر حصے مجاہدین کے زیر قبضہ آگئے۔

دو روز بعد مجاہدین نے ایک اور کامیاب حملے میں طورخم جلال آباد کے عام شاہراہ پر بیرونی فوجیوں پر ہلاکت خیز حملے کیے۔ جس میں چھ بیرونی فوجی ہلاک اور دو گاڑیاں مکمل تباہ ہوگئیں۔ اسی روز دارالحکومت کابل کے نویں زون میں بیرونی فوجیوں پر شدید حملے ہوئے۔ جس میں انہیں بھاری نقصانات پہنچے۔

7 جنوری بروز بدھ ضلع خوست میں پولیس اکیڈمی پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں کئی حکومتی اہلکار اور پولیس ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

22 جنوری بروز جمعرات ہلمند ضلع لشکر گاہ میں فدائی حملہ نظم عامہ کی پولیس کانوائے پر ہوا جس میں پولیس کے کئی فوجی ہلاک اور زخمی ہوگئے۔

25 جنوری کو کابل شہر میں ایک بار پھر خارجی جارحیت پسندوں پر مجاہدین کی جانب سے گروپ فدائی حملہ کیا گیا۔ یہ حملہ 15 ویں زون میں ہوا جس میں دشمن کو شدید نقصان پہنچا۔

عوامی نقصانات:

وقت کے گزرنے اور دشمن کے شکست کے مظاہرے کے بعد عوامی نقصانات بھی بڑھ رہے ہیں۔ مظلوم اور بے سہارا عوام نہ صرف یہ کہ بیرونی فوجیوں کے ظلم کے شکارہ ہیں بلکہ اس حوالے سے نیشنل آرمی، پولیس اور جنگجو لشکروں کے اہلکار بھی اپنے خارجی آقاوں سے کچھ کم نہیں ہیں۔ گذشتہ جنوری کے مہینے میں ایسے درجنوں واقعات پیش آئے جس میں بے گناہ عوام شہید ہوئے۔ ان پر مظالم ڈھائے گئے اور انہیں جیلوں میں ڈالا گیا۔ یہاں نمونے کے طور پر کچھ ایسے واقعات کی جانب اشارہ کیا جارہا ہے۔

4 جنوری بروز اتوار خوست اور کاپیسا میں جارحیت پسندوں کی بے رحمانہ بمباری میں کم از 12 افراد شہید ہوگئے۔ اس واقعے کے دو روز بعد ہلمند کے لوگوں نے

ضلع نوزاد میں تین افراد کے ہلاکت کی خبر دی۔ دوسری طرف ذرائع ابلاغ کے مطابق پل چرخی جیل میں ایک قیدی کو ہلاک کیا گیا۔ اس قیدی کو 13 جنوری بروز منگل کو سخت تشدد کے بعد ہلاک کیا گیا۔

گذشتہ سال کے آخری دنوں میں داخلی دشمن نے اپنی ایک سازش کے تحت مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے ایک اور بڑے جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ جس میں انہیں خود ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ نیشنل آرمی کے اہلکاروں نے شادی کی ایک تقریب پر راکٹ اور میزائلوں کی بارش کردی جس میں دلہن سمیت 30 خواتین اور بچے شہید ہو اور 50 سے زیادہ زخمی ہوگئے۔

ہلمند کی صوبائی شوری (اسمبلی) کے سربراہ نے صحافیوں کے ساتھ ایک گفتگو میں اس واقعے کا اعتراف کیا اور مزید کہا کہ یہ حملہ چار چیک پوسٹوں کی جانب سے شادی کی تقریب پر کیا گیا۔ شادی اور خوشی کی تقریب پر اتنا بڑا اور دردناک حملہ دشمن کی خفیہ سازشوں پر پردہ اٹھاتا ہے۔ کابل انتظامیہ نے اس طرح کے دردناک اور ظالمانہ حملے پہلے بھی کئی بار عوامی تقریبات اور عوامی مقامات پر کیے ہیں جس کا مقصد عوام میں مجاہد کو بدنام کرنا تھا۔ ان حملوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کابل انتظامیہ کے سامنے عوام کے جان ومال کی کوئی قدر اور کوئی حیثیت نہیں۔ یہ لوگ اس طرح سے مجاہدین کے اعتماد اور لوگوں میں جہاد کی محبت کو ختم کرنا چاہتے ہیں مگر اللہ الحمد یہ سازشیں اور ہتھکنڈے ہر وقت رسوائی کا شکار ہوتے رہے اور دشمن کی مزید ذلت اور رسوائی کا باعث بنتے رہے۔ 17 جنوری بروز منگل صوبہ ننگرہار میں جارحیت پسندوں کے ہوائی حملے کے باعث ایک بچے سمیت 3 افراد شہید ہوگئے۔ اسی طرح 19 جنوری کو اسی نوعیت کا ایک واقعہ اسی صوبے کے ضلع خوگیانو میں پیش آیا جس میں خواتین اور بچوں سمیت 5 افراد شہید ہوگئے۔

25 جنوری کو میڈیا پر نشر ہونے والی رپورٹوں کے مطابق اربکیوں نے صوبہ پکتیکا ضلع یحی خیل میں 200 سے زیادہ خاندانوں کو شدید سردی اور سرد ہواوں کے باوجود گھروں سے نکالا۔

صوبہ پروان ضلع بگرامی میں ایک خاندان کے 5 افراد مقامی پولیس کے ہاتھوں مارے گئے۔ خاندان کے ان افراد کو اس وقت مارا گیا جب ایک اہلکار کی جانب سے مذکورہ خاندان سے ایک لڑکی کے رشتے کا کیا ہوا مطالبہ رد کیا گیا۔

عوام پر ڈھائے جانے والے مظالم، تکالیف اور ان کو گرفتار کرکے جیلوں میں ڈال دینے کی پوری رپورٹ الامارہ ویب سائٹ پر دیکھی جاسکتی ہے۔

> افغان عوام پر نصاریٰ کی جانب سے مسلط شدہ ان کے دلداد اشرف غنی کے صدر منتخب ہونے کے بعد ملک میں کئی کئی بار اسلام اور مسلمانوں کی توہین کی گئی ہے۔ اس نصرانی حاکم نے اپنی خاموشی کے ساتھ ساتھ یہ فرمان بھی صادر کیا ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کے واقعات پر خاموشی رکھنی چاہیے۔

نفرت اور بیزاری:

جارحیت پسندوں اور ان کے غلاموں کی جانب سے جارحیت کے آغاز سے ہی افغان عوام پر ظلم و وحشت اور تشدد کے پہاڑ توڑے گئے۔ جس کی وجہ سے عوام میں ان کے خلاف نفرت اور بیزاری پوری شدت سے پائی جاتی ہے۔ اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ افغان عوام نے بھی احتجاجی مظاہروں اور دشمن کی صفوں میں گھس کر ان پر حملے کیے اور جارحیت پسندوں کے غلاموں کے خلاف اپنے ردعمل کا مظاہرہ وقتا فوقتا ہے۔ یہاں ایسے کچھ واقعات کا ذکر کریں گے۔

یکم جنوری بروز جمعرات ہلمند کے مرکز لشکر گاہ میں سینکڑوں کی تعداد میں شہریوں نے کابل انتظامیہ کے خلاف احتجاجی مظاہرہ کیا۔ یہ مظاہرہ اس وقت ہوا جب اسی صوبے کے ضلع سنگین میں نیشنل آرمی کے چار چیک پوسٹوں کے اہلکاروں نے بیک وقت ایک شادی کی تقریب میزائل حملے کیے۔ اور دلہن سمیت تیس خواتین اور بچوں کو شہید کردیا۔ مظاہرین نے اس واقعے کے ذمہ داران کے خلاف عدالتی کارروائی کا مطالبہ کیا۔

دوسری طرف کابل انتظامیہ نے چند ماہ سے کنڑ کے ضلع دانگام میں آپریشن جاری رکھا ہوا ہے۔ جو بلا کسی نتیجہ اور واضح انجام کے مکمل شکست اور ناکامی سے دوچار ہوگیا۔ اور دشمن نے پوری طرح سے پسپائی اختیار کیا۔ دانگام کی جنگ میں کابل انتظامیہ کے جانی ومالی نقصانات کا گراف انتہائی اونچا رہا۔ اپنے بھاری نقصانات دیکھنے کے بعد انتقام لینے کے لیے انہوں نے ضلع دانگام کے شہریوں پر وحشت گردی شروع کردی۔ جس کی وجہ سے دانگام کے لوگوں کو شدید نقصانات کا شکار ہونا پڑا۔ وحشی اربکیوں اور پولیس کے ظلم کی وجہ سے یکم جنوری بروز جمعرات مذکورہ ضلع کے شہریوں نے مظاہرے کیے اور کابل انتظامیہ سے

مطالبہ کیا کہ اس ناکام اور بے ثمر جنگ کا خاتمہ کیا جائے۔

6 جنوری بروز منگل زابل کے مرکز قلات میں سینکڑوں افراد نے مذکورہ صوبے کے پولیس ہیڈ کوارٹر پر انتہائی شدید مظاہرہ کیا۔

14 جنوری بروز بدھ تخار ضلع فرخار کے شہریوں نے پولیس کے مظالم اور غلط سلوک سے تنگ آکر ضلعی سیکرٹریٹ میں ایک بڑا مظاہرہ کیا۔ اور ضلعی پولیس آئی جی کے تبادلے کا مطالبہ کیا۔ اور شدید نعرے بازی کی۔ ہلمند کے مرکز لشکر گاہ میں عوام نے پولیس کی جانب سے دو بے گناہ افراد کی ہلاکت کے بعد احتجاجی مظاہرہ کیا ۔ مظاہرین نے اس واقعے میں ملوث تمام لوگوں کو سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

17 جنوری بروز ہفتہ قندہار ضلع ڈنڈ میں ضلعی گورنر کے محافظوں کے خلاف مظاہرہ کیا۔ مظاہرین وہ لوگ تھے جو ایک روز قبل اپنے حقوق کا مطالبہ لے کر ایک ضلعی گورنر کے آفس پہنچے تھے جہاں پر موجود محافظوں نے انہیں شدید تشدد کا نشانہ بنایا تھا۔ اس مظاہرے میں گورنر کے محافظوں کے خلاف عدالتی کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔

19 جنوری بروز پیر پلچرخی کی جیل میں 500 کے قریب قیدیوں کے رشتہ داروں نے احتجاج کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ وہاں موجود سیاسی بلاک کے قیدیوں کے ساتھ ناجائز غیر انسانی سلوک کیا جاتا ہے۔ اور بے جا تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

اس واقعے کے ایک روز بعد تخار میں ایک بڑا مظاہرہ کیا گیا۔ مظاہرین جو یہاں کے انٹیلی جنس اداروں کے اہلکاروں سے تنگ آئے ہوئے تھے یہاں کے پولیس اور انٹیلی جنس چیف کی برطرفی اور ان کے خلاف عدالتی کارروائی کا مطالبہ کر رہے تھے۔

22 جنوری بروز جمعرات قندہار ضلع نیش کے شہریوں نے پولیس کے خلاف مظاہرہ کیا۔ مظاہرین نے پولیس کے خلاف نعرے لگائے اور کہا کہ وہ پولیس کے مظالم سے تنگ آئے ہوئے ہیں۔

اسی طرح 27 جنوری کو ہلمند کے مرکز لشکر گاہ شہر میں عوام نے صوبائی انتظامیہ بڑھتی ہوئی کرپشن اور رشوت ستانی کے خلاف مظاہرہ کیا۔ اور صوبائی حکام کے خلاف نعرے لگائے۔

شکست کا اعتراف:

جارحیت پسندوں اور داخلی مزدوروں کی جانب سے کئی بار اپنی شکست کا اعتراف کیا گیا ہے۔ اور کبھی کبھی تو بیرونی ممالک بھی اپنی شکست کو حتمی قرار دے دیتے ہیں۔

یکم جنوری کو روس نے اپنے ایک سرکاری اعلامیے میں کہا کہ: ایساف افغانستان میں امن اور استحکام قائم کرنے میں ناکام رہا ہے۔ اسی طرح جرمنی کے سابق وزیر دفاع نے بھی افغانستان میں ناٹو کی ناکامی کا اعتراف کیا۔

ملک کے اندر پارلیمنٹ میں خوست سے منتخب رکن نے ہلمند میں کابل پولیس کی جانب سے شادی کی تقریب پر حملے اور تیس افراد کی شہادت پر رد عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا "ناٹو بھی روس کی طرح افغانستان میں اپنی شکست کا تجربہ کر رہا ہے"۔

5 جنوری کو بی بی سی ٹی وی پر امریکی صحافی مائیک گاڈگیل نے براہ راست پروگرام میں اپنے ایک سیاسی تجزیے میں کہا "افغانستان کی جنگ میں شروع ہی سے امریکا اور اس کے اتحادیوں کے کامیابی ممکن نہ تھی"۔

مجاہدین کی صفوں میں شمولیت:

کابل انتظامیہ کے اہلکاروں کی امارت اسلامیہ میں شمولیت، اپنی عام زندگی کی جانب لوٹنے یا امارت اسلامیہ کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا سلسلہ ماضی کی طرح اب بھی جاری ہے۔

سب سے اہم واقعہ 21 جنوری کو غور کے مرکز کے قریب پیش آیا۔ جہاں اربکیوں کے پورے ایک گاؤں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ مجموعی طور پر جنوری کے مہینے میں 169 اہلکار دعوت وارشاد کمیشن کی کوششوں اور مقامی مجاہدین کی مدد اور تعاون سے امارت اسلامیہ کی صفوں میں شامل ہو گئے۔ جس کی مکمل تفصیلی رپورٹ الامارہ ویب سائٹ پر پڑھی جا سکتی ہے۔

عین اور غین کی مشترکہ کمپنی:

کابل کی مشترکہ انتظامیہ نے انتخابات کے بعد سے اب تک مسلسل اس بات کی کوشش کی کہ کچھ وعدوں سے عام افغانوں کو دھوکہ میں مبتلا رکھا جائے۔ اقتدار کے حصول سے قبل جو وعدے کیے گئے کہ حکومت بنتے ہی تمام مسائل حل ہو جائیں گے اور ملک کی نئی تعمیر ہو جائے گی۔

مگر پوری دنیا خصوصا افغانوں نے انتہائی قریب سے دیکھ لیا کہ عین {عبد اللہ عبد اللہ} اور غین {اشرف غنی} کی مشترکہ کمپنی شروع سے اب تک اپنا کوئی ایک بھی وعدہ پورا نہ کر سکی۔

بلکہ 21 جنوری کو وزارت داخلہ نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ "منشیات کی اسمگلنگ میں اضافہ ہوا ہے"۔

مسلمانوں کے حامی ملک کی جفاکاری:

ترکی ایک جانب مظلوم قوموں کی حمایت اور ان سے تعاون کے نعرے بلند کرتا ہے تو دوسری جانب افغانستان کی جنگ میں صلیبی قوتوں کے صف میں کھڑا ہے۔ افغان عوام کے خلاف گذشتہ ایک دہائی سے جنگ میں شامل ہے۔ کئی بار اس نے ایساف کی قیادت بھی سنبھالی۔ اور اب 20 جنوری کو اس نے ایک بار پھر افغانستان میں اپنے فوجیوں کے اضافے کی خبر بھی دی ہے۔ حالانکہ افغان عوام کو امید تھی کہ ترکی اپنے سابقہ غلطیوں سے سبق لے کر کفار کی حمایت سے دستبردار ہو چکا ہو گا۔

اور کابینہ کا قصہ:

عین اور غین انتظامیہ کے کابینے کی تشکیل کا معاملہ اب اتنا پیچیدہ ہو گیا ہے کہ نہ صرف افغان بلکہ بیرونی قوتیں بھی اس کے حل سے عاجز ہو گئی ہیں۔ اور اب بیزار ہو گئے ہیں۔

جان کیری کی جانب سے مرکزی اتحادی انتظامیہ کی تشکیل کے بعد امریکی مزدوروں نے کہا تھا کہ وہ تین ہفتوں میں کابینہ تشکیل دے دیں گے مگر کابینہ کی تشکیل میں مسلسل تاخیر ہوتی رہی۔ بالآخر 8 جنوری کو ڈاکٹر عبد اللہ سے اقوام متحدہ کے نمائندے کی ملاقات کے بعد 12 جنوری کو کابینہ کا اعلان کیا گیا۔ جن میں سے آدھے متعین کردہ وزراء میں سے کچھ دوہری شہرت کے حامل ہیں۔ اور کچھ جعلی ڈگریوں کے مالک ہیں۔ ان میں سے ایک شخص عالمی پولیس انٹرپول کو مطلوب ہے کابینہ کے ان ارکان کا 20 جنوری کو پارلیمنٹ میں اعلان کیا گیا اور 28 جنوری کو ان کی حمایت میں ووٹ لیے گئے۔ ان میں سے صرف 8 ارکان کو حمایت کے ووٹ ملے باقی سب کو پارلیمنٹ کی جانب سے مسترد کر دیا گیا۔

جمہوریت کا تحفہ:

جمہوریت وہ تحفہ ہے جو امریکی اور صلیبی جارحیت کے بعد افغان عوام کو دیا گیا۔ مگر افغانوں نے اس تحفہ اور بخشش سے خیر کی بجائے شر پایا ہے۔ جنسی بے راہ روی، ارتداد، محارم سے زناکاری، فحاشی، بے حیائی اور، ایڈز اور دیگر ایسی تباہ کن وبائیں جمہوریت سے ہی افغان عوام کو ملی ہیں۔ 12 جنوری کو ذرائع ابلاغ نے خبر دی کہ شبرغان شہر میں ایک شخص نے اپنی بہن کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ دو روز بعد اسی صوبے میں ایک پولیس اہلکار نے 6 سالہ بچی کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ پولیس کی جانب سے اسے گرفتار کیا گیا ہے مگر اب تک ہر طرح کی عدالتی سزا سے وہ محفوظ ہے۔

عیسائی داماد اپنے عیسائیوں کے دفاع میں:

افغان عوام پر نصاریٰ کی جانب سے مسلط شدہ ان کے داماد اشرف غنی کے صدر منتخب ہونے کے بعد ملک میں کئی کئی بار اسلام اور مسلمانوں کی توہین کی گئی ہے۔ اس نصرانی حاکم نے اپنی خاموشی کے ساتھ ساتھ یہ فرمان بھی صادر کیا ہے کہ مسلمانوں کو اس طرح کے واقعات پر خاموشی رکھنی چاہیے۔

8 جنوری کو فرانس میں چارلی ہیبڈو کے دفتر پر ہونے والے حملے کی مذمت کرتے ہوئے اشرف غنی نے انہیں دہشت گرد کہا اور اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ملزموں سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا۔ ان کا یہ عمل اپنے سسرال کے منسوخ دین سے اپنی وفاداری جتلانے اور انہیں اطمینان دلانے کی ایک کوشش تھی اور بس۔

قومی غدار:

گذشتہ ڈیڑھ عشرے میں افغانوں نے بے شمار لوگوں کو دیکھا۔ ان میں سے کچھ قومی ہیرو، کچھ جمہوری ہیرو اور کچھ آزادی کے ہیرو تھے۔ جنہیں اس طرح کے القابات سے نوازا گیا۔ 7 جنوری پارلیمنٹ کے کچھ اراکین نے کابل انتظامیہ کے صدر اشرف غنی کو کابینہ کی تشکیل میں تاخیر کے باعث قومی غدار کا خطاب دیا۔ یہ خطاب باقاعدہ بل کی صورت میں پارلیمنٹ میں پیش کیا گیا جس پر ارکان دستخط بھی کیے۔

ربیع الثانی کے مہینے میں ہونے والے کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات					عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات		
				صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	اجنٹوں کے ہلاکتیں	اجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	56	3	1		216	46	23	9	9	1
-2	ہلمند	141	2			324	164	72	9	30	1
-3	غزنی	25				46	36	12		1	
-4	خوست	32				37	29	4			
-5	نورستان	8				11	5	3			
-6	میدان وردگ	10				13					
-7	کونڑ	75				61	65	16			
-8	پکتیکا	20				42	32	13	4	3	
-9	زابل	60				44	43	16	1		
-10	لوگر	8	1			17	22	5	6		
-11	کاپیسا	5				3	4	1			
-12	روزگان	32				38	22	7	2		
-13	پکتیا	22				38	33	11		1	
-14	فراہ	24				24	28	6		1	
-15	کابل	9	1	3	4	2	3	3	2		1
-16	ننگرہار	118				139	158	28	7	5	
-17	لغمان	32				23	41	9	3		
-18	ہرات	25				22	19	12	1	1	
-19	نیمروز	13				30	24	5	1	1	
-20	بادغیس	14				6	10	1		1	
-21	قندوز	51	1			175	133	17	8	18	1
-22	بغلان	13				9	14	5			
-23	فاریاب	26				60	64	10	8	10	
-24	غور	1									
-25	پروان	5						1			
-26	تخار	6				5	11				
-27	سمنگان	1					3				
-28	بدخشان	6				4	5	1	1	1	
-29	بامیان										
-30	بلخ	12				15	3	8	1	1	
-31	جوزجان	7				11	15	2	1	2	
-32	دائی کنڈی	5				6	5				
-33	سرپل	7				4		2			
-34	پنجشیر										
مجموعہ		869	8	4		1425	1037	293	64	85	4

دشمن کے گرائے جانے والے طیارے: 1- ننگرہار میں ایک ڈرون طیارہ 2- ننگرہار میں ایک ہیلی کاپٹر

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

4th Year March 2015

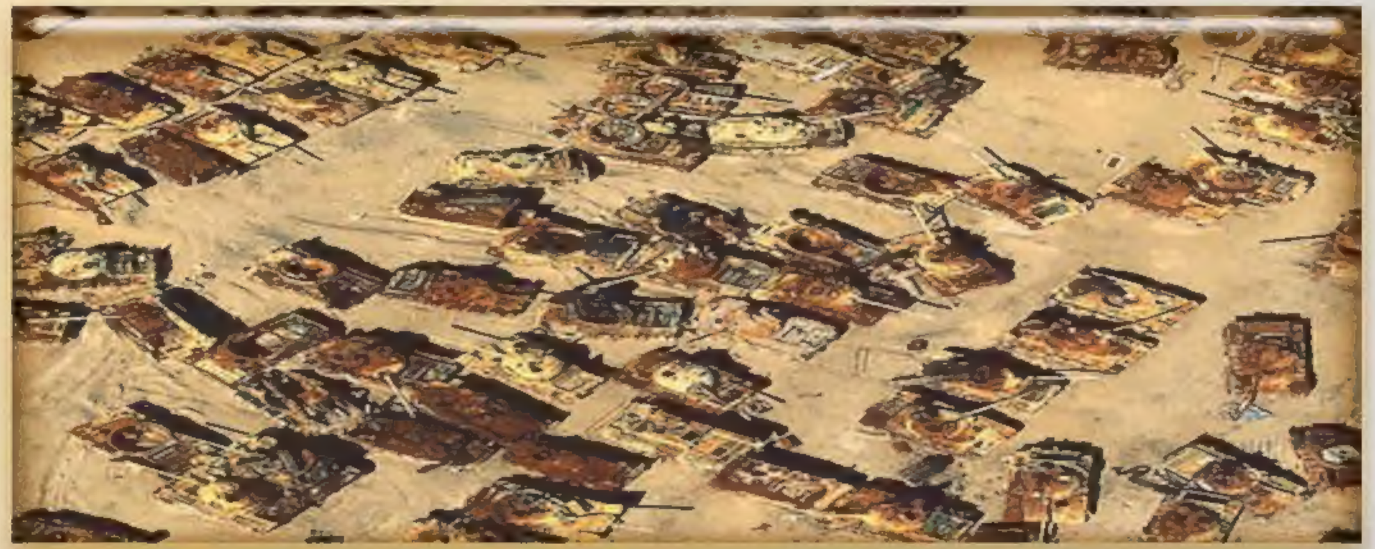

یہاں ہر جگہ دشمن کی تباہی کے نمونے بکھرے پڑے ہیں۔